فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿الانبیاء:۷﴾/﴿النحل:۴۳﴾

عقائد و معمولات اہل سنت و جماعت کی حقانیت اور فرقہائے باطلہ مرزائیہ، قادیانیہ، چکڑالویہ، خاکساریہ، نیچریہ، بہائیہ، وہابیہ، مجددیہ، سلفیہ، نام نہاد اہل حدیث، غیر مقلدین، شیعہ، رافضیہ، خارجیہ، تفضیلیہ و تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، دیوبندی، صلح کلی وغیرہم کے رد پر مشتمل اور اکابر دیوبند، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی کے متنازع فیہا عبارات کے کفریہ ہونے کے متعلق فتاوی جات۔

تلخیص
فتاوی نظامیہ

اور

علماء جامعہ نظامیہ و علماء حیدرآباد دکن کا تاریخی فتوی

مصنف

علامہ مفتی محمد رکن الدین نظامی انواری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اول دارالافتاء جامعہ نظامیہ حیدرآباد (دکن)

ترتیب و تحشیہ

حافظ محمد یوسف نظامی

ناشر

فضیلت جنگ اکیڈمی

(کولہار ضلع بیجاپور، کرناٹک)

تلخیص فتاوی نظامیہ

علامہ مفتی محمد رکن الدین نظامی انواری رحمۃ اللہ علیہ

فضیلت جنگ اکیڈمی

فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿الأنبياء:۷﴾ / ﴿النحل:۴۳﴾

عقائد و معمولات اہل سنت و جماعت کی حقانیت اور فرقہائے باطلہ مرزائیہ، قادیانیہ، چکڑالویہ، خاکساریہ، نیچریہ، بہائیہ، وہابیہ، نجدیہ، سلفیہ، نام نہاد اہل حدیث، غیر مقلدین، شیعہ، رافضیہ، خارجیہ، تفضیلیہ و تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، دیوبندی، صلح کلی وغیرہم کے رد پر مشتمل اور اکابر دیوبند، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی کے متنازع فیہا عبارات کے کفریہ ہونے کے متعلق فتاوی جات۔

تلخیص

فتاوی نظامیہ

اور

علماء جامعہ نظامیہ و علماء حیدرآباد دکن کا تاریخی فتوی

مصنف

علامہ مفتی محمد رکن الدین نظامی انواری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اول دارالافتاء جامعہ نظامیہ حیدرآباد (دکن)

ترتیب و تحشیہ

حافظ محمد یوسف نظامی

ناشر

فضیلت جنگ اکیڈمی

(کولہار، ضلع بیجاپور، کرناٹک)

کتاب کی تفصیلات

نام کتاب	:	**تلخیص فتاوی نظامیہ**
		اور علماء جامعہ نظامیہ وعلماء حیدرآباد دکن کا تاریخی فتوی
ترتیب وتصحیح	:	حافظ محمد یوسف نظامی (مولوی کامل جامعہ نظامیہ)
کل صفحات	:	178
تعداد	:	
ناشر	:	فضیلت جنگ اکیڈمی
باہتمام	:	والد محترم الحاج آدم صاحب اطال اللہ عمرہ
کمپوزنگ	:	***SRSY Graphics:Mo.9011032168***
سن اشاعت	:	2020عیسوی/1441ہجری
قیمت	:	

ملنے کے پتے

(۱) فضیلت جنگ اکیڈمی کولہار، ضلع بیجاپور --- فون نمبر:9945098786

(۲) عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی حیدرآباد --- فون نمبر:9440068759

(۳) فضیلت جنگ اکیڈمی حیدآباد، دکن --- فون نمبر:8341493559

اس کتاب کی چند خصوصیات

۞ آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ حاشیہ میں کردیا گیا ہے (تخریج کے ساتھ)

۞ اور بعض عربی عبارات کا ترجمہ بھی حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے۔

۞ بعض مقامات پر ضرورۃً حاشیہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۞ بعض قدیم فتاوی کے عکوس اسکیان کردیئے گئے ہیں۔

۞ عربی اور اردو عبارتوں کو جداگانہ فاؤنٹ سے ممتاز کیا گیا ہے۔

۞ اس کتاب کو اغلاط سے محفوظ رکھنے کے لئے حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔

۞ کتاب کے شروع میں فتاوی کے عنوانات کے ساتھ فہرست کا اہتمام کیا گیا ہے۔

دعاگو
حافظ محمد یوسف نظامی

۞ ۞ ۞

فہرست

پیش لفظ

فتاوی نظامیہ جس کو مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب مفتیؒ اول جامعہ نظامیہ (حیدرآباد دکن) نے رقم فرمایا تھا۔ جس میں آپ نے فقہی مسائل کے ساتھ ساتھ عقائد و معمولات اہل سنت و جماعت اور باطل فرقوں مثلاً قادیانی، وہابی، نام نہاد اہل حدیث (غیر مقلدین، سلفی) شیعہ، رافضی، تفضیلی وغیرہ کے رد میں فتاوی تحریر فرمائیں ہیں۔

احقر ان فتاوی کی تلخیص کا شرف حاصل کر رہا ہے، اوراس کتاب میں انھیں فتاوی کی تلخیص کی گئی ہے جو صرف عقائد و معمولاتِ اہل سنت اور رد فرقہائے باطلہ قادیانیہ، وہابیہ و شیعہ رافضیہ، تفضیلیہ وغیرہ پر مشتمل تھے۔

تا کہ قارئین کو مذکورہ فتاوی بآسانی دستیاب ہوں، کیونکہ عقائد اہل سنت پر مشتمل اور بدعقیدوں کے رد پر مشتمل فتاوی جات یکجا جمع نہیں تھے اور قارئین کو تلاش کرنے میں دشواری لاحق ہو رہی تھی، تلخیص پیش کرنے کی اہم وجہ یہ ہے کہ اکابرین علماء جامعہ نظامیہ (حیدرآباد، ہند) کے مسلک کو واضح کیا جائے اور تصلب فی الدین اور تصلب فی اہل السنۃ والجماعۃ کو اجاگر کیا جائے اور اکابرین جامعہ نظامیہ کی شبیہ خراب کرنے والوں کو اور بدعقیدوں سے ہمدردی رکھنے والوں کو علمی جواب دیا جا سکے۔

کتاب کے اختتام پر بطور ضمیمہ کے موجودہ مفتیان جامعہ نظامیہ کے دو ایسے فتوؤں کو شامل کتاب کیا گیا ہے جو گمراہ جماعتوں مثلاً تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، رافضی، تفضیلی اور دشمنان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر گمراہ فرقوں کے خلاف اور فضائل اعمال (جو تبلیغی جماعت کی درسی کتاب ہے) کو مساجد میں پڑھنے کی ممانعت وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

اوراخیر میں علماء جامعہ نظامیہ اور علماء حیدرآباد دکن کا تاریخی فتوی بھی ضم کر دیا گیا ہے جس فتوی میں مرزائیوں، قادیانیوں، چکڑالویوں، خاکساریوں، نیچریوں، وہابیوں، نجدیوں، سلفیوں، غیر مقلدین

(یعنی نام نہاد اہل حدیث) رافضیوں، خارجیوں، بہائیوں، کاندھلویوں، دیوبندیوں اور صلح کلیوں کا بھرپور علمی رد کیا گیا ہے اور اکابر دیوبند، مولوی اشرف علی تھانوی اور اس کی بدنام زمانہ کتاب حفظ الایمان (دراصل، خبط الایمان) اور مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی اور اس کی بدنام زمانہ کتاب براہین قاطعہ، مولوی قاسم نانوتوی (نام نہاد بانئ دیوبند) اس کی بدنام زمانہ کتاب تحذیر الناس کے متنازع فیہا عبارات کے کفریہ ہونے پر علماء جامعہ نظامیہ وعلماء حیدرآباد دکن نے اپنی مہریں ثبت فرمائی ہیں۔

اور اسی طرح ایک مکالمہ جو علامہ حجۃ الاسلام حامد رضا خان ابن اعلی حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ معین الدین اجمیری علیہم الرحمہ (جو القول الاظہر کے مصنف ہیں کے) درمیان پیش آیا اس کو بھی درج کیا گیا ہے تا کہ غلط فہمی کے شکار حضرات کی غلط فہمی کو دور کیا جاسکے بعض حضرات بس اتنا ہی جانتے ہیں کہ علامہ معین الدین اجمیری اکابر دیوبند کے اشخاص اربعہ کی تکفیر نہیں کرتے تھے اور اسی مسئلہ کو لے کر آپ امام اہل سنت اعلی حضرت سے ناراض بھی تھے۔ اور آپ نے غلط فہمی اور دیابنہ کی گستاخانہ عبارات سے ناواقفیت کی بناء پر اعلی حضرت کی شان میں نازیبا کلمات کا استعمال بھی فرمایا تھا لیکن اس بات کو بہت کم ہی لوگ جانتے ہیں کہ علامہ اجمیری بعد میں اپنے موقف سے رجوع فرمایا اور اکابر دیوبند کی تکفیر کے قائل ہو گئے۔

اور آخرکار آپ نے بھی حسام الحرمین کی تصدیق فرمادی اور یوں گویا ہوئے: ''براہین قاطعہ'' کے قول شیطانی کو، جس میں معاذ اللہ حضور سرور عالم ﷺ کے علم اکمل کے مقابلے میں اپنے شیخ ''شیخ نجدی'' یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے۔ دیکھ کر فقیر کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعًا کلمات کفر ہیں اور ان کا قائل کافر۔

یوں حجۃ الاسلام کی پر خلوص مساعی سے ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ جنوری ۱۹۱۹ء میں جبکہ امام احمد رضا ابھی بقید حیات تھے، مولانا معین الدین اجمیری کا علمائے دیوبند کی تکفیر کا تردد رفع ہو گیا۔

رہی بات اذانِ ثانی کی جو ایک فروعی مسئلہ ہے جس کے انکار سے کوئی حکم صادر نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ حجۃ الاسلام حامد رضا خان علامہ معین الدین اجمیری سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

"رہا مسئلہ اذان وہ ایک فروعی مسئلہ ہے میں اس کے متعلق آپ پر جبر نہیں کرتا کہ اس کے متعلق ہماری حسب تحقیق آپ بھی معترف ہو جائیں۔ہاں ذاتیات اعلی حضرت قبلہ کی نسبت (جو نازیبا کلمات القول الاظہر میں استعمال کئے گئے ہیں) جناب کے کلمات ضرور قابل واپسی ہیں ان دونوں باتوں کے بعد فقیر کو آپ ہر طرح خادمِ خادمانِ احباب پائیں گے۔

اس کے جواب میں مولانا معین الدین اجمیری یوں رقم طراز ہوتے ہیں: "فقیر اگر صحیح المزاج ہوتا تو یہ دشواری بھی حائل نہ ہوتی۔رہے ذاتیاتِ (اعلیٰ حضرت) ان سے بالکل بحث نہ کیجئے۔ان کا قلع قمع بعد از ملاقات آپ کی مرضی کے موافق ہو جاوے گا۔اس کا اطمینان رکھیے۔

علم العقائد

علم عقائد ایک اہم ترین علم ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات اور انبیاء ورسل کے احوال اور قیامت اور اس کے متعلقات سے بحث کی جاتی ہے، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نسبت سے کون کون سی باتیں واجب ہیں؟ اور کیا کیا محال ہیں؟ اور کون کون سی چیزیں جائز ہیں؟ یوں ہی انبیاء ورسل کے حق میں کیا کیا باتیں واجب ہیں؟ اور کون کونسی باتیں محال (ناممکن) ہیں؟ اور کون کون سی چیزیں جائز وممکن ہیں؟ ان تمام باتوں کا اجمالی علم ہر شخص پر فرض عین ہے۔ اس علم کو علم العقائد، علم الکلام اور علم التوحید سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

پھر کچھ گمراہ فرقوں نے اپنے فاسد و باطل اعتقادات ومزعومات کی بنیاد فاسد استدلالوں پر رکھی اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے درپے ہوئے تو علماء اہلسنت حق کی تحقیق وتدقیق اور باطل کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اہل ایمان واہل حق کی حفاظت وصیانت کی جائے اور جو سادہ لوح افراد گمراہ وباطل فرقوں کے دام میں پھنس گئے ہیں ان کو گمراہی سے نجات دلائی جائے۔

لہٰذا ردوابطال کے خاصے مباحث علم عقائد کا حصہ بن گئے یہی وجہ ہے کہ علم العقائد میں لکھی جانے والی کتابیں اس دور میں پائے جانے والے باطل فرقوں کے ردوابطال سے مملو (بھرے پڑے) ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو مسلک حقہ، اہل سنت وجماعت (سواد اعظم) پر ثابت قدمی عطا فرمائے اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے، تادم زیست ہم سب کو اکابرین اہل سنت وجماعت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین۔

حافظ محمد یوسف نظامی

(کولہار، ضلع بیجاپور، کرناٹک)

حالات مصنف

حضرت مفتی محمد رکن الدین بن محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے حیدرآباد کے ایک معزز علمی گھرانے میں آنکھ کھولی اور اپنے قابل والدین کے زیر سایہ پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم کا مرحلہ شفیق والد اور مادر مہربان کے زیر نگرانی طئے ہوا۔ بعد ناظرہ خوانی، اردو نوشت و خواند جامعہ نظامیہ میں شریک ہوئے اور مشہور زمانہ ''درس نظامی'' کی تکمیل یہیں سے کی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ علوم اسلامی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ میں عبارت فہمی بدرجہ اتم موجود تھی۔ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۰ / مارچ ۱۹۰۴ء میں سند فضیلت حاصل فرمائی۔ اسی سال ایک واقعہ پیش آیا جس شب مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سند فضیلت حاصل کی اسی شب اپنے وقت کے بزرگ حضرت شرف الدین احمد رودولوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور سندیں جو اس جلسہ میں فاضلین کو دی گئیں اپنی دستخط خاص سے مزین فرمانے کے لئے طلب فرمارہے ہیں چنانچہ منتظم صاحب ۸ سندیں لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

اس واقعہ کو حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصنیف لطیف ''مقاصد الاسلام'' حصہ چہارم صفحہ ۸ پر تحریر فرمایا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے آپ کو مدرس مقرر فرمایا۔ ۱۳۲۸ھ میں جب دراالافتاء باضابطہ قائم کیا گیا تو یہ فخر بھی آپ کو حاصل ہوا کہ جامعہ کے سب سے پہلے مفتی کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ایک اور گراں بہا ذمہ داری بھی آپ کو سونپی گئی یعنی آپ ناظم تعلیمات بھی مقرر ہوئے۔ دور نظامت میں آپ نے جامعہ کی علمی ترقی اور طلباء میں علمی استعداد بڑھانے

کی حتی المقدور کوشش فرمائی آپ ایک کامیاب مدرس، مفتی و ناظم مدرسہ ثابت ہوئے اور آپ کی کوششوں کا شجر ثمر آور رہوا۔

کسی اہل دولت یا صاحب حکومت کا رعب آپ پر مسلط نہیں ہوتا تھا، یہی وجہ تھی کہ حضرت شیخ الاسلام (بانی جامعہ نظامیہ) رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو والیٔ دکن کے شہزادگان نواب معظم جاہ بہادر کی تعلیم وتربیت کے لئے مقرر فرمایا تھا۔

(ملخص از مرقع انوار صفحہ نمبر 485)

تلخیص
فتاوی نظامیہ

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جسمانی معراج ہوئی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی؟ بصورت اولی خرق والتیام (یعنی آسمانوں کے پھٹنے اور ملنے) کو محال سمجھنے والا شخص جو جسمانی معراج کو محال سمجھے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور معراج میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رؤیتِ خداوند آنکھ سے ہوئی ہے یا دل سے؟

الجواب

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جسمانی معراج ہوئی تھی، اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے، جو شخص اس سے انکار کرے وہ بدعتی ہے۔ خرق والتیام کا محال ہونا فلاسفہ کا مذہب ہے جو اسلام کے مخالف ہے۔

شرح عقائد نسفی [1] میں ہے:

والمعراج لرسول الله فی الیقظة بشخصه الی السماء ثم الی ماشاء الله تعالیٰ من العلیٰ حق ای ثابت بالخبر المشهور حتی ان منکره یکون مبتدعا. وانکاره و ادعاء استحالته انما یبنی علی اصول الفلاسفة. والا فالخرق و الالتیام علی السماوات جائز. والاجسام متماثلة یصح علی کل ما یصح علی الآخر والله تعالیٰ قادر علی الممکنات کلها- فقوله (فی الیقظة) اشارة الی الرد علی من زعم ان المعراج کان فی المنام علی ما روی عن معاویة رضی الله تعالیٰ عنه انه سئل عن المعراج. فقال کانت رؤیا صالحة. و روی عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها انها قالت ما فقد

[1] شرح عقائد نسفی مطبوعہ انوار محمدی صفحہ ۲۱۸ میں ہے۔ (مطبع مجلس البرکات الجامعۃ الاشرفیۃ صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۳)

جسد محمد علیه السلام ليلة المعراج- وقد قال الله تعالىٰ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ" [1] واجيب بان المراد الرؤيا بالعين، والمعنىٰ ما فقد جسده عن الروح بل كان مع روحه فكان المعراج للروح والجسد جميعاً- وقوله (بشخصه) اشارة الى الرد على من زعم انه كان للروح فقط- ولا يخفى ان المعراج فى المنام او بالروح ليس مما ينكر كل الانكار والكفرة انكروا امر المعراج غاية الانكار بل كثير من المسلمين قد ارتدوا بسبب ذلك- وقوله (الى السماء) اشارة الى الرد على من زعم ان المعراج فى اليقظة لم يكن الا الى بيت المقدس على ما نطق به الكتاب- وقوله (ثم ما شاء الله تعالىٰ) اشارة الى اختلاف اقوال السلف فقيل الى الجنة و قيل الى العرش وقيل الى فوق العرش وقيل الى طرف العالم- "فالاسراء" هو من المسجد الحرام الى بيت المقدس قطعى ثبت بالكتاب، "والمعراج" من الارض الى السماء مشهور ومن السماء الى الجنة او الى العرش او غير ذلك آحاد [2]-

---

[1] ترجمہ: اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔ (کنز الایمان) ﴿الإسراء: ۶۰﴾

[2] ترجمہ: بیداری کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی آسمان تک پھر اللہ نے جتنی بلندیوں تک چاہا حق ہے یعنی خبر مشہور سے ثابت ہے یہاں تک کہ اس کا منکر بدعتی ہے اس کا انکار اور اس کے محال ہونے کا دعوی فلاسفہ کے اصول پر مبنی ہے ورنہ تو خرق والتیام آسمان میں جائز ہے اور اجسام ایک جیسے ہیں ہر جسم پر وہ صحیح ہے جو دوسرے پر صحیح ہو اور اللہ تعالی سارے ممکنات پر قادر ہے۔ لہذا ماتن کا قول "یقظة" اس پر رد کا اشارہ ہے جس نے یہ گمان کیا ہے کہ معراج خواب میں ہوئی تھی جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے معراج کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایک سچا خواب تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک گم نہیں ہوا اور اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ" اور جواب یہ دیا گیا ہے کہ آیت اور قول معاویہ رضی اللہ عنہ میں روایت سے مراد رویت بصری ہے اور مطلب (قول عائشہ رضی اللہ عنہا) یہ ہے کہ آپ کا جسم روح سے الگ نہیں ہوا بلکہ وہ روح کے ساتھ تھا اور معراج روح اور جسم دونوں کو ہوئی اور ماتن کے قول "بشخصه" سے اس کی تردید کی طرف اشارہ ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری میں ہے:

(وخبر المعراج) ای بجسد المصطفے صلی اللہ علیہ وسلم یقظۃ الی السماء ثم الی ما شاء اللہ تعالی فی المقامات العلی (حق) ای حدیثہ ثابت بطرق متعددۃ (فمن ردہ) ای ذلک الخبر ولم یؤمن بمقتضے ذلک الاثر (فھو ضال مبتدع)

معراج میں رؤیت الٰہی آپ کو آنکھ سے ہوئی یا دل سے اس میں علماء کا اختلاف ہے [۲] بعض آنکھ سے دیکھنے کے قائل ہیں اور بعض دل سے، ہر ایک فریق نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ درج ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) جس نے یہ گمان کیا ہے کہ صرف روحانی معراج ہوئی اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے کہ معراج منامی ہو یا روحانی ان امور میں سے نہیں ہے جس کا کلی طور پر انکار کر دیا جائے اور کافروں نے واقعہ معراج کا شدت سے انکار کیا بلکہ اکثر مسلمان اس کی وجہ سے ایمان سے برگشتہ ہو گئے اور ماتن کے قول "الی السماء" سے اس کی تردید کی جانب اشارہ ہے جس نے یہ گمان کیا ہے کہ بیداری کی حالت میں معراج صرف بیت المقدس تک ہوئی جیسا کہ اس پر قرآن ناطق ہے اور ماتن کے قول "ثم الی ما شاء اللہ تعالی" سے اقوال سلف کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے تو کہا گیا ہے کہ معراج جنت تک ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرش تک ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرش کے اوپر تک ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عالم کے آخری سرے تک ہوئی تو اسرا جو مسجد حرام سے بیت المقدس تک ہے قطعی ہے قرآن سے ثابت ہے اور معراج زمین سے آسمان تک حدیث مشہور سے ثابت ہے اور آسمان سے جنت یا عرش تک یا اس کے علاوہ مقامات تک اخبار آحاد سے ثابت ہے۔

[۲] سفر معراج کے تین حصے ہیں:

(۱) اسریٰ (۲) معراج (۳) اعراج یا عروج

چنانچہ: (۱) اسریٰ: یعنی مکہ مکرمہ سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس تک رات کے تھوڑے سے حصے میں تشریف لے جانا نص قرآن (یعنی قرآن پاک کی واضح آیت اور روشن دلیل) سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔

(۲) معراج: یعنی آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ، مشہورہ سے ثابت ہے۔ اس کا منکر گمراہ ہے۔

(۳) اعراج یا عروج: یعنی آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی آنکھوں سے دیدار الٰہی کرنے اور فوق العرش (عرش سے اوپر) جانے کا منکر خاطی یعنی خطا کار ہے۔

تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۱۲۴ تفسیر سورہ والنجم میں ہے:

واخرج الترمذی و حسنه والطبرانی وابن مردویه والبیهقی فی الاسماء والصفات عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ "وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ" [1] قال ابن عباس قد رأی النبی صلی الله علیه وسلم ربه عز وجل۔

اسی صفحہ میں ہے:

واخرج ابن مردویه عن ابن عباس رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم رأی ربه بعینه۔ دوسرے صفحہ میں ہے: واخرج عبد بن حمید و ابن المنذر وابن ابی حاتم عن محمد بن کعب القرظی عن بعض اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم قال قالوا یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) هل رأیت ربك؟ قال لم أره بعینی و رأیته بفؤادی مرتین ثم تلا "ثم دنی فتدلی"

واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] ترجمہ: اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا۔ (کنز الایمان) ﴿النجم: ۱۳﴾

انبیاء علیہم السلام پر کوئی عیب لگانا شرعاً کفر ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ عبدالماجد مؤلف کتاب "فلسفہ اجتماع" نے اپنی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں جن الفاظ کا استعمال کیا ہے درج ذیل ہیں ایسے شخص اور ایسی کتاب کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اسلامی حکومت کو ایسی تصنیف کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟ کتاب مذکورہ کے صفحہ 134 میں ہے "ہماری مراد شارع اسلام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے، خوب غور کر کے دیکھو کہ ان کا سا ہمہ تن مذہب مذہب شخص اپنی سطوت کی بقاء وتحفظ کیلئے ناگزیرانہ کیا کیا وسائل اختیار کرتا ہے"۔ صفحہ 150 میں ہے "جس نے صحرائے عرب کے ایک ان پڑھ کو دنیا سے اس کی رسالت تسلیم کرانے اور قائدین عظام کی صف میں اسے اس قدر ممتاز جگہ دینے میں اس کی تمام خصوصیات سے زیادہ مدد دی"۔ صفحہ 186 میں عیسی علیہ السلام کے بارے میں ہے "بیت اللحم میں ایک مجہول النسب بچہ پیدا ہوتا ہے جس کی والدہ کی عصمت کو اہل وطن مشکوک نظر سے دیکھتے ہیں"۔ اسی صفحہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ہے "اسی طرح سرزمین حجاز میں ایک یتیم بچہ پیدا ہوتا ہے جسے مکتب کی معمولی تعلیم تک نصیب نہیں ہوتی"۔ پھر صفحہ 223 میں ہے "حضرت محمد کے متعلق بہت سی روایات اس قسم کے مشہور ہیں کہ جب وہ دوسروں کے ساتھ چلتے تو سب میں بڑے وہی معلوم ہوتے تھے، خوش اعتقادیوں کے حصہ کو حذف کرنے کے بعد اس طرح کی تمام روایات کا منبع قائدین کی اسی سطوت کا وجود ٹھہرتا ہے"۔ صفحہ 230 میں ہے "محمد، مسیح، بدھی، سکندر، سیزر، نپولین اور ایک خاص حیثیت سے فیثاغورس، فلاطون، ارسطو، کنیٹ، ڈارون وغیرہ صرف گنتی کے چند اشخاص اب تک دنیا میں ایسے پیدا ہوئے ہیں جو اول درجے کے قائدین کے لقب کے مصداق ہو سکتے ہیں"

کیا زمانہ اس پایہ کے اشخاص روز پیدا کر سکتا ہے؟ کیا تاریخ میں ان کی نظیر آسانی سے مل سکتی ہے؟

الجواب

عبدالماجد بی۔اے۔کی کتاب فلسفہ اجتماع کے وہ صفحات جن میں مندرجہ بالا عبارت درج ہیں دیکھے گئے،صاحب موصوف کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ لکھنا کہ"ان کا سا ہمہ تن مذہب شخص اپنی سطوت کی بقاء وتحفظ کے لیے ناگزیرانہ کیا کیا وسائل اختیار کرتا ہے"اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اشاعتِ اسلام کے وسائل کو اپنی نفسانی سطوت کے قائم کرنے کے لئے اختیار کیا ہے! حالانکہ یہ قول آیت کریمہ" وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ "[1] کے خلاف ہے۔آپ کو اصلاً اپنی ذاتی سطوت ووقار ثابت کرنا منظور نہیں تھا۔چنانچہ آیت کریمہ"قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ "[2] سے واضح ہے، بلکہ مقصود یہ تھا کہ خداوند عالم کی طرف سے جو بھی کچھ حکم نافذ ہو وہ مسلمانوں کو سنا دیا جائے اور اپنا ذرہ برابر بھی لگاؤ نہ رہے۔اگر چہ آپ کا فرض عین ہدایت تھا مگر باوجود اس کے آپ کو صاف یہ سنا دیا گیا کہ"إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ"[3] اور یہ حکم ہوا کہ"إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ"[4] یعنی آپ محض پہنچانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ"لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ "[5] یعنی آپ ان پر مسلط نہیں ہیں کہ چارو ناچار ان کو مسلمان کریں۔دوسری جگہ یہ ارشاد ہے"فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا "[6] یعنی آپ حسرت واندوہ سے کیا اپنی جان ہلاک کریں گے کہ یہ کفار آپ کے کہنے پر ایمان نہیں لاتے۔پس ان آیات سے واضح ہے

---

[1] ترجمہ:اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے،وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔(کنزالایمان)﴿النجم:۳،۴﴾

[2] ترجمہ:تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے(کنزالایمان)﴿فصلت:۶﴾

[3] ترجمہ:بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو(کنزالایمان)﴿القصص:۵۶﴾

[4] ترجمہ:تم پر تو نہیں مگر پہنچا دینا(کنزالایمان)﴿الشوری:۴۸﴾

[5] ترجمہ:تم کچھ ان پر کڑوڑا(نگہبان)نہیں(کنزالایمان)﴿الغاشیۃ:۲۲﴾

[6] ترجمہ:تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے(کنزالایمان)﴿الکھف:۶﴾

کہ آپ اپنی ذاتی سطوت کی بقاء وتحفظ کے لئے نہ مامور تھے اور نہ ناگریز نہ آپ کو اس کے وسائل اختیار کرنا پڑا تھا۔ مصنف صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ کلام پاک کے خلاف اور شان رسالت کے منافی ہے۔ مصنف صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جو "انپڑھ" کا لفظ استعمال کیا ہے یہ بھی خلاف ادب ہے، کیونکہ اردو کی اصطلاح میں اس لفظ کا استعمال عامی اشخاص کے لئے کیا جاتا ہے اس وقت اس لفظ کی ایسی وقعت نہیں ہے کہ یہ اپنے اصلی معنی کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر استعمال کیا جائے۔ اگرچہ خود مصنف نے آنحضرت کی تعظیم وتکریم میں صفحہ 135 سے 140 تک تین ورق مسلسل مضمون لکھا ہے اور تقریباً اکثر آیات تعظیم وادب ان صفحات میں جمع کردیے ہیں مگر خود اس پر عمل کرنے سے قاصر ہے۔

آیت کریمہ "لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا " [1] سے واضح ہے کہ خدائے پاک نے آپ کو ان معمولی الفاظ سے پکارنے کی ممانعت کردی جیسے مسلمان ایک دوسرے کو آپس میں پکارا کرتے تھے۔ اور آیت کریمہ "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا" [2] میں مسلمانوں کو منع فرمادیا کہ تم جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "رَاعِنَا" کہتے ہو اگرچہ اس کے معنی تمہارے پاس یہ ہیں کہ اے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف توجہ فرمایئے! مگر کفار کے پاس یہ لفظ گالی ہے وہ بھی اس کو آپ پر استعمال کرتے ہیں مگر مقصود ان کا کچھ اور ہوتا ہے، اس لئے اس لفظ کو چھوڑ دو اور اس کے بجائے اس کا مرادف لفظ "انْظُرْنَا" استعمال کرو۔

مصنف صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو "مجہول النسب" کا لفظ استعمال کیا یہ بھی آیت قرآنی کے خلاف ہیں، چنانچہ قرآن پاک میں ہے "إِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۖ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ

---

[1] ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے (کنزالایمان) ﴿النور: ۶۳﴾

[2] ترجمہ: اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں (کنزالایمان) ﴿البقرۃ: ۱۰۴﴾

مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ "[1] دوسری جگہ ہے " قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ "[2] یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق آدم علیہ السلام کی طرح محض ہمارے امر "کن" سے ہوئی ہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ علیہ السلام کا وجود اور انسانوں کی طرح نہیں تھا بلکہ آپ علیہ السلام کی ایک مقدس ہستی تھی جو قدرت الٰہی کا مجسم نمونہ تھی۔ ان آیات بینات کے باوجود کسی مسلمان کا آپ علیہ السلام کو "مجہول النسب" جیسے سخت و ناگوار لفظ سے منسوب کرنا خلاف ادب ہے۔ اصطلاح میں "مجہول النسب" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی انسان کے نسل سے ہو اور وہ انسان نامعلوم ہو، یا معلوم ہو مگر اس کا نکاح مولود کی ماں کے ساتھ نہ ہوا ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان بہ حکم خداوند تعالیٰ قطعی طور پر اس عیب سے منزہ اور مبرا ہے۔ پھر دیدہ دانستہ اس لفظ کو برتنا مسلمان کی شان سے بعید ہے۔

مصنف صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزے کے متعلق کہ آپ چلتے وقت سب سے قد میں بلند معلوم ہوتے تھے یہ لکھا ہے کہ "اس قسم کی روایات آپ کے متعلق مشہور ہیں خوش اعتقادیوں کے حصہ کو حذف کرنے کے بعد اس کا اصل سطوت ٹھہرتی ہے" معلوم ہوتا ہے کہ مصنف صاحب اس معجزے پر معترض ہیں اور مسلمانوں کی خوش اعتقادی تصور کرتے ہیں۔ مصنف صاحب نے صفحہ 230 کی تحریر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدھ، سیزر، نپولین، سکندر وغیرہ کے مماثل بتایا ہے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا ان متذکرہ اشخاص سے کسی کو اسلام نے محترم نہیں مانا، اور نہ ان کی شان انبیاء علیہم السلام کی طرح ہو سکتی ہے۔

---

[1] ترجمہ: عیسیٰ کی کہاوت اللہ کی نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ اے سننے والے یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک والوں میں نہ ہونا (کنز الایمان) ﴿آل عمران: ۵۹، ۶۰﴾

[2] ترجمہ: بولی اے میرے رب میرے بچہ کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہ لگایا فرمایا اللہ یوں ہی پیدا کرتا ہے جو چاہے جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے (کنز الایمان) ﴿آل عمران: ۴۷﴾

غرض بہ وجوہ بالا یہ کتاب اس قابل نہیں ہے کہ عام مسلمانوں میں اس کی اشاعت کی جائے جس سے کہ ان کے عقائد میں فرق آئے۔ مصنف صاحب کو چاہیے کہ اس گفتار سے توبہ کریں۔ اور اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ اس کی اشاعت کو ممنوع قرار دے، ایسا نہ ہو کہ مسلمان اس کو دیکھ کر انبیاء علیہم السلام کی شان میں ایسے الفاظ برتنے لگیں اور ایمان میں فرق آئے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام پر کوئی عیب لگانا یا ان کے لیے کسر شان کے الفاظ کا استعمال کرنا جس میں ان کی خفت و ہتک ہو شرعاً کفر ہے۔

بزازیہ کی کتاب السیر والجہاد باب ثالث میں ہے:

و اذا عاب الرجل النبی علیہ السلام فی شیء کان کافرا [1]،

البحر الرائق جلد 5 باب المرتد میں ہے:

ویکفر بعدم الاقرار ببعض الانبیاء علیھم السلام او عیب نبیًّا بشیء [2]

عالمگیریہ جلد ۲ کتاب السیر میں ہے:

سئل عمن ینسب الی الانبیاء الفواحش کعزمھم علی الزنا و نحوہ الذی یقولہ الحشویۃ فی یوسف علیہ السلام قال یکفر لانہ شتم لھم و استخفاف لھم۔

البحر الرائق باب المرتد میں ہے:

وفی السایرۃ ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیۃ بالفاظ کثیرۃ وافعال تصدر من المتھتکین لدلالتھا علی الاستخفاف بالدین۔ واللہ اعلم بالصواب

---

[1] ترجمہ: جب کوئی آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی چیز میں عیب لگائے تو وہ کافر ہے۔ (مرتب)

[2] اور اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو بعض انبیاء علیہم السلام (یا کسی ایک نبی کا بھی) انکار کرے یا (ان پر) کسی بات کا عیب لگائے۔ (مرتب)

خداوند عالم کو معدوم و ممتنع کا علم نہیں ہے کہنے والا کافر ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ خداوند عالم زید کو اس کے وجود کے پہلے نہیں جانتا تھا یعنی خداوند عالم کو معدوم و ممتنع کا علم نہیں ہے۔ کیا ایسا شخص شرعا کافر ہے یا نہیں؟ اور اہل سنت کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

الجواب

جو شخص ایسا کہتا ہے اہل سنت کے پاس وہ کافر ہے، کیوں کہ اس نے خداوند عالم کی طرف جاہل ولاعلمی کی نسبت کی ہے اور بہت ساری آیات قرآنی کا انکار کیا ہے۔

البحر الرائق جلد ۵ کتاب السیر باب المرتدین میں ہے: فیکفر اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائها و بامر من اوامره او انكر وعده او وعيده او جعل له شريكا او ولدا او زوجة او نسبه الى الجهل او العجز او النقص [۱]۔

اور صفحہ 130 میں ہے ویکفر بقوله المعدوم ليس بمعلم الله تعالیٰ۔

عالمگیریہ جلد 2 کتاب السیر باب تاسع فی احکام المرتدین منہا ما یتعلق بالقرآن میں ہے: اذا انكر الرجل آية من القرآن او تسخر بآية من القرآن و فی الخزانة او عاب كفر كذا فی التاتارخانية [۲]

[۱] ترجمہ: اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو اللہ تعالی کے لئے ایسا وصف بتائے جو اس کے شان کے لائق نہیں ہے۔ یا اللہ تعالی کے ناموں میں سے کسی نام کا مذاق اڑائے۔ اور اس کے احکام میں سے کسی حکم کا۔ یا اسکے وعدہ یا وعید کا انکار کرے یا اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے یا اولاد یا بیوی بنائے یا اس کی طرف جہالت یا عجز و نقص کی نسبت کرے۔ (مرتب)

[۲] ترجمہ: کوئی آدمی جب قرآن مجید کی کسی آیت کا انکار کرے یا قرآن مجید کی کسی آیت کا مذاق اڑائے اور خزانۃ میں ہے یا (قرآن مجید پر) عیب لگائے تو وہ کافر ہو گیا۔ جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (مرتب)

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ خداوند عالم کا علم بے انتہا ہے یعنی وہ موجود معدوم، ممکن، ممتنع، جزئی، کلی، ظاہر، باطن، حاضر، غائب ہر چیز کو جانتا ہے کوئی شی ءاس کے علم سے خارج نہیں ہے جیسا کہ آیات کریمہ "وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ" [1] "عَالِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ" [2] "يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ" [3] "يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ" [4] اور آیت کریمہ "إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ" [5] اور دیگر آیات بینات سے واضح ہے۔

شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی صفحہ 17 میں ہے:

فالله تعالى عالم بجميع الموجودات لا يعزب عن علمه مثقال ذرة فى العلويات و السفليات و انه تعالى يعلم الجهر والسر و ما يكون اخفى منه من المغيبات بل احاط بكل شيء علما من الجزئيات و الكليات و الموجودات و المعدومات و الممكنات و المستحيلات فهو بكل شيء عليم من الذوات والصفات بعلم قديم لم يزل موصوفا به على وجه الكمال لا بعلم حادث فى ذاته بالقبول والانفعال و التغير و الانتقال تعالى الله عن ذلك شانه و تعظم عما نهاك برهانه

---

[1] ترجمہ: اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ (کنز الایمان) ﴿الحدید:۳﴾

[2] ترجمہ: غیب جاننے والا اس سے غائب نہیں ذرہ بھر کوئی چیز۔ (کنز الایمان) ﴿سبا:۳﴾

[3] ترجمہ: اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔ (کنز الایمان) ﴿غافر:۱۹﴾

[4] ترجمہ: اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ (کنز الایمان) ﴿البقرۃ:۷۷﴾

[5] ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔ (کنز الایمان) ﴿لقمان:۳۴﴾

اور صفحہ 51 میں ہے: ثم هذا العام مخصوص بقوله تعالى "وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ"۔[1] فانه باق على العموم و شامل للموجود و المعدوم والمحال و الموهوم كما بينه الامام الاعظم بقوله: يعلم الله تعالىٰ المعدوم فى حال عدمه معدوما، اى بوصف المعدومية انه كيف يكن اذا اوجده اى عالم الربوبية بل و يعلم ان شيئا لا يكون ولو كان كيف يكون و يعلم الله تعالىٰ الموجود فى حال وجوده موجودا اى بعد ان علمه حال عدمه معدوما

شرح مقاصد مصری کے صفحہ 66 جلد 2 میں ہے: علم الله تعالى غير متناه بمعنى انه لا ينقطع ولا يصير بحيث لا يتعلق بالمعدوم و محيط بما هو غير متناه كالاعداد و الاشكال و نعيم الجنان و شامل لجميع الموجودات و المعدومات الممكنة والممتنعة وجميع الكليات والجزئيات اما سمعا فلمثله قوله تعالى: "وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ"[2] "عَالِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ"[3] "يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ"[4] "يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ"[5] الى غير ذلك۔

واللہ اعلم بالصواب

---

[1] ترجمہ: اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ (کنز الایمان) ﴿الحدید: ۳﴾

[2] ترجمہ: اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ (کنز الایمان) ﴿الحدید: ۳﴾

[3] ترجمہ: غیب جاننے والا اس سے غائب نہیں ذرہ بھر کوئی چیز۔ (کنز الایمان) ﴿سبا: ۳﴾

[4] ترجمہ: اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔ (کنز الایمان) ﴿غافر: ۱۹﴾

[5] ترجمہ: اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ (کنز الایمان) ﴿البقرۃ: ۷۷﴾

کسی امام میں فساد شرعی (بدعقیدگی) پائے جانے پر اس کی اقتداء کرنا مکروہ تحریمی ہے

الاستفتاء

امام سے مقتدی ناراض ہو اور ہر دو کے دلوں میں کدورت ہو اور وہ کدورت مذہبی ہو پس ایسی صورت میں اس امام کے پیچھے وہ مقتدی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ایسے اختلاف کی صورت میں اس مقتدی کی نماز امام کے پیچھے جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

مقتدی جبکہ امام میں کسی واقعی فساد شرعی کے پائے جانے کی وجہ سے اس کی اقتداء سے ناراض ہوں تو ایسی حالت میں امام کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔

فتاوی درمختار مطبوعہ برحاشیہ ردالمحتار جلد 1 صفحہ 392 میں مذکور ہے:

(ولو امّ قوما وهم له كارهون) ان الكراهة (لفساد فيه او لانهم احق بالامامة كره) له ذلك تحريما لحديث ابي داؤد "لا يقبل الله صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون"

اور جو نماز کہ کراہت تحریمی سے ادا کی جاتی ہے شرعاً اس کا اعادہ واجب ہے۔ فتاویٰ الدرالمختار مطبوعہ برحاشیہ ردالمحتار جلد 1 صفحہ 320 میں ہے:

و كذا كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها[1]

پس صورت مسئولہ میں مقتدی کو چاہئے کہ جمعہ وعید کے سوا جو نماز اس امام کے پیچھے پڑھی

---

[1] ترجمہ: اسی طرح ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ (یعنی دوبارہ پڑھنا) واجب ہوگا۔ (مرتب)

ہے اس کا اعادہ کر لے، اور جمعہ وعید میں بھی اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ امام وقوم نے اس نماز کا اعادہ کر لیا ہے تو ایسی صورت میں اس پر بھی اعادہ لازم ہے۔ فتاوی ردمختار شامی جلد 1 صفحہ 320 میں ہے:

قوله (كذا كل صلاة اه) الظاهر انه يشمل نحو مدافعة الاخبثين ممالم يوجب سجودا اصلا و ان انتقض اذا دخل فى صلاة الامام ولم يجبروا وجبت الاعادة على المقتدى ايضاً وانه يستثنى منه الجمعة و العيد اذا اديت مع كراهة التحريم الا اذا اعادها الامام و القوم جميعا فليراجع۔

اور اگر امام میں کوئی واقعی اور شرعی فساد نہیں ہے اور امام امامت کے لئے مقتدیوں سے افضل بھی ہے تو ایسی صورت میں شرعاً امام ہی امامت کا مستحق ہے اور جو مقتدی اس سے ناراض ہیں اس کراہت اور ناراضی کا وبال انہیں پر ہے امام پر اس کا کچھ اثر نہیں، کیونکہ اس وقت ان کی ناراضی حقانیت پر مبنی نہیں ہے اس لئے نفسانیت پر محمول کی جائے گی۔

چنانچہ درمختار کے اسی صفحہ میں ہے: (وان هو احق لا) والكراهة عليهم۔

واللہ اعلم بالصواب

جومسجد مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے وہ گرانے کے قابل ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر احمد آباد محلہ پانچ پیلی میں چند برادران اسلام نے ایک مسجد بنام ''نگینہ'' تیار کی جس کو دو ماہ کا عرصہ ہوا اس میں نماز وغیرہ بھی شروع ہوگئی، اس کے بعد دوسرے چند برادران اسلام نے اس کے متصل وملحق ایک دوسری مسجد تیار کرنی شروع کی جس کی دیواریں تیار ہوگئیں ہے اور بہت کام ناتمام ہے، اب استفتاء یہ ہے کہ ایک مسجد کے متصل دوسری مسجد بنانی شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی پوشیدہ نہ رہے کہ دوسری مسجد بنانے والے لوگ ضد اور عداوت سے یہ کام کررہے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

درصورت صدق بیان مستفتی ''مسجد نگینہ'' کے متصل وملحق جو مسجد کہ بنائی جارہی ہے وہ شرعا ''مسجد ضرار'' ہے کیونکہ اس کی بنیاد حسبۃً للہ نہیں ہے بلکہ بنانے والوں کو اس کے بنانے سے ضد اور عداوت مقصود ہے۔ اور جو مسجد کہ فخر وریاء یا دیگر اغراض نفسانی سے بنائی جاتی ہے شرعا وہ ''مسجد ضرار'' سمجھی جاتی ہے۔ تفسیر احمدی کے صفحہ 477 میں تفسیر مدارک سے اور خزانۃ الروایۃ کے صفحہ 477 باب المساجد میں تحریر ہے:

كل مسجد بني مباهاة او رياءً او سمعةً اور لغرض سوى ابتغاء وجه الله تعالى او من مال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عام مسلمانوں کو یہ حکم دے دیا تھا کہ کسی شہر میں دو ایسی مسجدیں نہ بائی جائیں جو ایک دوسرے کو ضرر دے۔ چنانچہ تفسیر کشاف سے منقول ہے:

قال صاحب الكشاف لما فتح الله الامصار على عمر رضی اللہ عنہ امر المسلمين

ان بینوا مساجد و ان لا یتخذوا فی مدینۃ مسجدین یضار احدھما صاحبہ

اور مسجد ضرار کے متعلق شرعاً یہ حکم ہے کہ ایسی مسجد کو جلا کر منہدم کر دیا جائے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تو حضرت علیہ السلام کے حکم سے مسجد ضرار جلا کر منہدم کرنے کے بعد اس کی زمین نجاست و غلاظت ڈالنے کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ تفسیر احمدی کے صفحہ 476 میں بیضاوی و مدارک سے اور خزانۃ الروایۃ کے صفحہ 47 میں:

قال علیہ السلام لوحشی قاتل حمزۃ و معن بن عدی و غیرھما "انطلقوا الی ھذا المسجد الظلم اھلہ فاھدموہ و احرقوہ" ففعل و امر ان یتخذوا مکانہ کناسۃ یلقی فیہ الجیف و القمامۃ

بناء بریں اس وقت مسجد نگینہ کے متصل و ملحق ضد اور عداوت سے جو مسجد بنائی جا رہی ہے وہ شرعاً قابل انہدام (گرانے کے قابل) ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ترویحہ کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی لینا جائز ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح میں ترویحہ کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو نام لیے جاتے ہیں جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ فقہی کتابوں کا حوالہ دیا جائے، اور جو شخص اس سے انکار کرے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

کتب فقہیہ سے اسی قدر ثابت ہے کہ ترویحہ میں مصلیوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ تسبیح پڑھیں یا قرأت قرآن کریں یا خاموش رہیں یا تنہا نماز پڑھیں۔ درمختار برحاشیہ ردمحتار جلد 1 صفحہ 496 میں مذکور ہے: **یخیرون بین تسبیح و قرأة و سکوت و صلاة فرادی** اور رد محتار کے اسی صفحہ 496 میں قہستانی سے منقول ہے کہ ہر ترویحہ میں تین مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جائے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے:

قال القهستانی فيقال ثلاث مرات سبحان ذی الملك والملكوت، سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والكبرياء و الجبروت، سبحان الملك الحيّ الذی لا يموت، سبوح قدوس رب الملائكة و الروح لا اله الا الله نستغفر الله، اللهم نسئلك الجنة و نعوذبك من النار

بناء وبریں ہر ترویحہ کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے وہ مناسب ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ کرام کے نام جو یکے بعد دیگرے ترویحہ میں حسب ترتیب لئے جاتے ہیں کتب معتبرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ عرب وعجم کی ایسی عادت ہے، بلکہ ہندستان میں بھی اس کا رواج سنائی نہیں دیتا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ابتداءً کسی نے پانچ ترویحہ کی تعداد یاد

رکھنے کے لئے ان پانچ ناموں کو یعنی آنحضرت علیہ السلام اور چاروں خلفاء کے اسمائے گرامی کو سلسلہ وار لینے کی بنیاد قائم کی ہے جس سے ترویحوں کی تعداد بھی یاد رہتی ہے اور ان حضرات کا ذکر خیر بھی ہو جاتا ہے جو خدائے تعالیٰ کی تسبیح کے بعد موجب برکت ہے۔ موطأ امام محمد علیہ الرحمۃ طبع مصطفائی کے صفحہ 140 کی حدیث صحیح ہے:

وقد روی عن النبی ﷺ انه قال " ما رآه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن و ما رآه المسلمون قبیحا فهو عند الله قبیح"

اس سے ثابت ہے کہ جس کام کو مسلمانوں نے اچھا سمجھا وہ اللہ کے پاس بھی اچھا ہے اور جس کو مسلمانوں نے برا جانا وہ اللہ کے پاس بھی برا ہے۔ لہذا جب کہ چند مسلمانوں نے نیک نیتی سے ایک اچھے کام کی بناء ڈالی ہے تو اس کا قائم رکھنا مناسب ہے اور اس سے انکار[1] کرنا موجب عتاب بھی نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

[1] ممکن ہے یہاں جواز کا اعتقاد رکھتے ہوئے نہ کرنا مراد ہو، ورنہ اگر کوئی مذکورہ اچھے کام کے متعلق جواز کا اعتقاد نہ رکھ کر انکار کرے تو وہ ضرور قابل مذمت ہوگا، اور اس کا انکار سوائے وہابیہ دیابنہ کے کسی سنی سے ہرگز ممکن نہیں۔ مرتب

غیر مقلدین وہابیہ کا اہل سنت کے محلے میں مسجد بنانا مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلدین مقلدوں کے محلے میں مسجد بنانا چاہتے ہیں جہاں اور بھی مسجدیں ہیں۔ اور مقلد ان کو اس خیال سے منع کرتے ہیں کہ ان کی بری تعلیم کا برا اثر اپنے بچوں پر پڑے گا اور فساد ہوگا۔ اس صورت میں کیا مقلدوں کا مسجد بنانے سے ان کو روکنا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ محلے میں ادائی نماز پنجگانہ کے لیے مساجد موجود ہیں اور غیر مقلدین کے ان مساجد کے علاوہ جدید مسجد تعمیر کرنے سے مقلدین کو فساد کا اندیشہ ہے تو ایسی حالت میں غیر مقلدین کی جدید مسجد شرعا ''مسجد ضرار'' کا حکم رکھتی ہیں جس کی تعمیر شرعا ناجائز ہے۔ آیت کریمہ

"وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ أَبَدًا ؕ" [1]

سے ظاہر ہے کہ جو مسجد مسلمانوں کو ضرر دینے اور خاص اپنے لوگوں کی عبادت کے لیے بنائی جاتی ہے وہ ہرگز قابل اقامت صلوۃ نہیں ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کے بموجب بنو غنم بن عوف کی بنائی ہوئی مسجد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہدم کر کے کناسہ یعنی کچرا و غلاظت ڈالنے کا مقام بنانے کے لئے حکم فرمایا۔

---

[1] ترجمہ: (کنز الایمان) اور وہ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں۔ کنز الایمان اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا۔ ﴿التوبۃ: ۱۰۸﴾

تفسیر احمدی کے صفحہ 476 میں ہے:

فقال علیه السلام لوحشی قاتل حمزة و معن بن عدی و غیرهما "ان طلقوا الی هذا المسجد الظالم اهله فاهدموه واحرقوه" ففعل و امر ان یتخذ مکانه کناسة یلقی فیه الجیف والقمامة

بناء بریں بروقت فتح امصار جبکہ امیر المؤمنین حصرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو تعمیر مساجد کا حکم فرمایا اس بات کی ممانعت فرمادی کہ کسی شہر میں دو ایسی مسجدیں جو کہ ایک دوسرے کو ضرر دیں ہرگز نہ بنائی جائیں، جیسا کہ تفسیر احمدی مطبوعہ بمبئی صفحہ 477 میں لکھا ہے:

وقال صاحب الکشاف و عن عطاء لما فتح الله الامصار علی عمر رضی الله عنه امر المسلمین ان یبنوا المساجد و ان لا یتخذوا فی مدینة مسجدین یضار احدهما صاحبه

اور خزانہ الرواۃ قلمی کے صفحہ 47 میں ہے کہ جو مسجد فخر یا ریاء یا کسی اور ذاتی غرض کے لئے تعمیر کی جاتی ہے وہ مسجد ضرار ہے

عبارته هکذا: کل مسجد بنی مباهاة او ریاءً او سمعةً او لغرض سوی ابتغاء وجه الله او من مال غیر طیب فهو لاحق بمسجد الضرار

واللہ اعلم بالصواب

وہابی غیر مقلدین کی اقتدا نماز وغیر نماز دونوں صورتوں میں نا جائز ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی حسین بن عبداللہ جامع مسجد تعلقہ آرمور ضلع نظام آباد کا پیش امام ہے جس کے اعتقادات حسب ذیل ہیں۔ اور شخص مذکور تعلقہ میں نائب قاضی بھی ہے، تو اس شخص کے اسلام میں اہلسنت و جماعت کا کیا خیال ہے؟ اور کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کو ہماری مساجد و مجالس میں آنے دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا ایسے شخص سے سلام و کلام کے روابط رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور حاکم اسلام کو اس کی نسبت کیا کرنا چاہئے؟

(۱) ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں۔ تقلید کرنا بدعت ہے، بلکہ جو قول قوی ہو اس پر عمل کرنا چاہئے۔

(۲) ندائے غیر اللہ جائز نہیں، اس لیے "یارسول اللہ"، "یا محمد" کہنا کفر و شرک ہے [۱]۔

(۳) توسل [۲] و استغاثہ و استمداد [۳] بالکل نا جائز ہے۔

---

[۱] حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد آپ کو لفظ "یا" کے ساتھ پکارنے حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ نے نہایت تنگی کے موقع پر پکارا "یَا مُحَمَّدَاہُ" یارسول اللہ مدد کیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لاکر انہیں خوشحالی کی خوش خبری دی۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر، جلد ۷، صفحہ ۱۰۴)

جنگ یرموک کے موقع پر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زبان پر یہ الفاظ تھے "یَا مُحَمَّدُ" "یَا مَنْصُوْرُ. اُمَّتَكَ. اُمَّتَكَ" (ترجمہ) اے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اے فتح مند اپنی امت کی خبر لیجیے خبر لیجیے۔ (مقاصد الاسلام حصہ دہم صفحہ ۹۴، بحوالہ فتوح الشام للواقدی)

[۲] **توسل (وسیلہ مانگنا):** وسیلہ سے متعلق حکم الٰہی وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ہے (سورۃ المائدۃ:۵:۳۵) یعنی خدا کی جناب میں وسیلہ تلاش کرو۔ لفظ وسیلہ عام ہے اور ہر وہ امر مراد ہے جو خدا تک رسائی کا ذریعہ ہو۔ دینی کتب مواعظ حسنہ، استاذ صالح، پیر کامل، اعمال صالحہ، خدا کے نیک بندے یہ سب شامل ہیں۔ جب کہ وابتغو یعنی وسیلہ تلاش کرنے کا حکم ہے تو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

[۳] **استغاثہ و استمداد (مدد طلب کرنا):** یہ سست عقیدوں (یعنی بدعقیدوں، وہابیوں) کا کہنا ہے کہ کسی کو فریاد رس (غوث) سمجھنا اور اس سے مدد چاہنا شرک ہے (اور نا جائز و حرام ہے) اس لئے کہ اللہ کے سوا کوئی فریاد رس نہیں لہذا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا غوث، یا خواجہ کہنا بہت بڑا شرک ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۴)مولود شریف پڑھنا بدعت اور ناجائز ہے کیونکہ ایک وقت میں مولود شریف مختلف مقامات میں ہوتا رہتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ آپ کی ایک روح (مبارک) مختلف مقامات میں آسکے [۳]۔

(بقیہ حاشیہ توسل) پھر حضور رسالت مآب ﷺ اور اولیاء کرام کا وسیلہ بنانا آخر ناجائز اور حرام کیوں ہے؟ وسیلہ طلبی عبادت نہیں کہ مشرکین کی بت پرستی پر قیاس کیا جا کر کفر و شرک کا حکم لگایا جائے ایسا ہی قیاس قیاس ابلیسی ہے کہ جس سے بجز گمراہی اور کچھ حاصل نہیں اگر واقعی وسیلہ شرعاً ناجائز ہوتا تو ہر اذان کے بعد "اٰتِ سیدنا محمدن الوسیلة"۔ (صحیح بخاری ج:ا صفحہ ۸۶، کتاب الاذان باب الدعاء عند النداء (ماخوذ از حقیقت فاتحہ واستعانت بالاولیاء صفحہ نمبر ۲۴ تا ۲۵، مصنف: مفتی محمد عبدالحمید سابق شیخ الجامعہ نظامیہ) کی دعا کا حکم نہ ہوتا حالانکہ پنج وقتہ اذان کے بعد ہر مسلم یہ دعا کرتا ہے کہ "خدایا حضور سیدنا محمد ﷺ کو وسیلہ بنا کر فضیلت کا اظہار فرما اور بلند مرتبہ عطا فرما اور روز قیامت ہم کو آپ ﷺ کی شفاعت سے بہرہ یاب فرما۔

حضور ﷺ کا وسیلہ پکڑنا سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے: ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب فقال: اللهم انا کنا نتوسل الیك بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیك نعمّ نبینا فاسقنا قال: فیسقون (ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور کہتے اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے اور تو ہم پر بارش برساتا تھا اب ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ لے کر آئیں ہیں۔ ہم پر بارش نازل فرما تو ان پر بارش برس پڑتی۔ (بخاری شریف ج ا صفحہ ۱۳۷)

(بقیہ حاشیہ استغاثہ واستمداد) برادران اسلام یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ حقیقی فریادرس اور مستقل طور سے مدد کرنا بلاشبہ اللہ جل شانہ کا کام ہے مگر کوئی مسلمان کسی بھی نبی یا ولی کو حقیقی فریادرس نہیں سمجھتا۔ مخلوق کا مخلوق سے دادخواہی کرنا اور ایک مخلوق کا دوسرے مخلوق کی فریادرسی کرنا خود قرآن سے ثابت ہے۔ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ (سورۃ القصص آیت ۱۵) یعنی موسیٰ علیہ السلام سے ان کے قومی شخص نے اپنے دشمن کے مقابل میں فریادی ہوا تو موسیٰ علی السلام نے اس کی مدد کی اور دشمن کے مقابل میں فریادی ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کی مدد کی اور دشمن کو ہلاک کیا۔ حدیث شریف میں ہے جب کوئی شخص بحالت سفر راستہ بھٹک جائے تو یا عباد اللہ فاعینونی کہے یعنی اے اللہ کے بندوں میری اعانت (مدد) کرو تو اللہ کے بندے اس کی ضرور رہبری کریں گے اور مدد فرمائیں گے۔ (ماخوذ: حقیقت فاتحہ واستعانت بالاولیاء صفحہ ۲۳ تا ۲۴)

[۳] **حاضر و ناظر کا عقیدہ حدیث پاک سے ثابت ہے:** حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے میرے لیے زمین سمیٹ دی تو میں نے اس کے مشرق و مغرب کا تمام حصہ دیکھ لیا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کہ زمین میرے لیے سمیٹ گئی۔ (مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب ہلاک ہذہ الامۃ بعضھم ببعض صفحہ ۱۵۴۴)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ایک مقام پر موجود ہوتے ہوئے پوری روئے زمین کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو تین طلاق دے تو وہ اس کو پھر رجوع کر سکتا ہے کیونکہ یہ بمنزلہٗ ایک طلاق کے ہے۔ چنانچہ اسی کی بناء پر شخص مذکور نے بعض مسلمانوں کو اس قسم کا فتویٰ بھی دے دیا اور انہوں نے اپنی عورتوں کو تین طلاق دینے کے بعد واپس بھی کر لیا[۲]۔

(بقیہ حاشیہ حاضر و ناظر) حاضر و ناظر کے شرعی معنی: اللہ تعالیٰ کا بندہ بعطائے الٰہی ایک ہی جگہ رہ کر تمام جہاں کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سننے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کر لے اور صدہا کوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ قبر میں مدفون جسم سے ہو یا کسی دوسری جگہ موجود جسم سے (جاء الحق صفحہ ۱۴۵)۔

یاد رہے ہم اہل سنت کا یہ ہرگز عقیدہ نہیں ہے کہ ہمارے آقا اپنے جسم بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں بلکہ آپ ﷺ اپنی نورانیت روحانیت اور علمیت کے اعتبار سے ہر جگہ اسی طرح موجود ہیں جس طرح سورج آسمان پر ہوتا ہے لیکن اپنی روشنی اور نورانیت کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہوتا ہے البتہ اگر چاہیں تو جسم بشری کے ساتھ جہاں جائیں حاضر ہو سکتے ہیں۔

غیر مقلدین وہابیوں کے اکابرین سے میلاد النبی منانے کا ثبوت: غیر مقلدین وہابیوں کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی اپنی کتاب شمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ کے صفحہ "۵" پر لکھتے ہیں: اگر ہر روز ذکر حضرت ﷺ نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع (یعنی ہر ہفتہ) یا ہر ماہ (مہینہ) میں التزام اس کا کر لیں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر ولادت آنحضرت ﷺ کا کریں پھر ایام ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں۔

نواب صدیق حسن بھوپالی اسی کتاب کے صفحہ "۱۲" پر مزید لکھتے ہیں: جس کو حضرت ﷺ کے میلاد کا حال سن کر خوشی حاصل نہ ہو اور اس نعمت کے حاصل ہونے پر وہ خدا کا شکر نہ کرے وہ مسلمان (ہی) نہیں۔ (شمامۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ)

ایک اور وہابیوں کے امام سید احمد نے میلاد النبی منایا اور اس کے اختتام پر حلوہ تقسیم کیا۔ (حوالہ مخزن احمدی بزبان فارسی صفحہ ۸۵)

[۲] **ایک وقت میں تین طلاقیں تین ہی مانی جائینگی:** حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں فرمایا: طلاق کے سلسلے میں لوگوں کے لئے بڑی گنجائش اور مہلت تھی کہ ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دینے اور پھر ایسی صورت میں انہیں رجعت کا کافی موقع ملتا لیکن لوگوں نے جلد بازی سے کام لینا شروع کیا اور ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے لگے۔ انہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور رجعت جائز نہ ہوگی۔ اس فیصلہ کی سبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے موافقت کی اور کسی نے مخالفت نہ کی۔ (شرح معانی الآثار و فتح الباری)

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی کی اس سلسلے میں تحقیق: تابعین اور ان کے بعد کے علماء مثلاً امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری، امام اعظم ابو حنیفہ مع تلامذہ و امام شافعی مع تلامذہ و امام احمد بن حنبل مع تلامذہ اور اسحٰق و ابوثور و ابوعبید و دیگر کثیر علماء کا یہی مسلک ہے کہ جس نے اپنی عورت کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں وہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں لیکن ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا اور علماء نے کہا کہ وقوع ثلث کے منکر (یعنی ایک وقت میں تین طلاق واقع ہونے کا انکار کرنے والے) چند مخالفین اہل سنت ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۰) (ماخوذ از تین طلاق کا شرعی حکم)

(٦) بزرگوں کے نام سے جو نیاز کی جاتی ہے اور کھانا پکایا جاتا ہے اس کے کھانے سے نجاست کھانا اچھا ہے [١]

(٧) مسجد میں ایک طغرا لگا ہوا تھا جس میں یہ لکھا ہوا تھا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین''، شخص مذکور نے اس طغرے کو چاک کر دیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالی کے ناموں کے ساتھ اس کا رکھنا شرک ہے۔

(٨) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آئے اور چلے گئے، اب منجملہ مردوں کے وہ بھی ایک مردہ ہیں اور مردے اپنی قبر کا غلاف تک درست نہیں کر سکتے اور اپنی ذات کو نفع نہیں پہنچا سکتے ہیں تو زندوں کو توسل سے کیا نفع پہنچا سکتے ہیں؟ [٢]

(٩) شخص مذکور اور اس کا مرشد مولوی عباس ولایتی کبھی کبھی دورہ کرتے ہوئے آ کر مسلمانان

---

[١] بزرگان دین کے نام سے جو نذر و نیاز کی جاتی ہے اس کے متعلق تفصیلی جواب صفحہ نمبر ٨٤ تا ٩٧ ملاحظہ فرمائیں۔
بزرگوں کی نیاز دراصل ایصال ثواب ہی ہے بزرگوں کی نسبت کی وجہ سے اس کو باعتبار ادب نذر و نیاز کہا جاتا ایصال ثواب احادیث کریمہ سے ثابت ہے۔
سوال میں مرقوم ہے کہ بزرگوں کے نام سے جو نیاز کی جاتی ہے او کھانا پکایا جاتا ہے اس کے کھانے سے نجاست کھانا اچھا ہے (معاذ اللہ) جو پاک لوگ ہوتے ہیں وہ پاک اور حلال اشیاء تناول فرماتے ہیں ہم اہل سنت پاک لوگ ہیں اس لئے بزرگان دین کے نام سے جو نیاز کی جاتی ہے ہم اس کو کھاتے ہیں او کھاتے رہینگے ان شاء اللہ۔
وہابیہ، دیابنہ، یہ خبیث ناپاک لوگ ہیں اس لیے ان کو نجاست گندگی مبارک ہو اب ان کی مرضی چاہ وہ انسانوں کی کھائیں یا حیوانوں کی، کیوں کہ وہابی لوگ نجاست کھانے کو نیاز کے کھانے سے بہتر سمجھتے ہیں اور میں وہابیوں، دیوبندیوں کو یہی مشورہ دوں گا کہ وہ بہتر چیز پر عمل کریں بزعم خود نجاست تمہاری نظروں میں نیاز سے بہتر ہے۔ (مرتب)

[٢] **انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مزارات میں زندہ ہیں:** إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَامَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ (ترجمہ) اللہ تعالی نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے پس (لہذا) اللہ کے نبی زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ جلد اول صفحہ: ٧٦)
حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: خدائے تعالی کے نبی دنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ٥٧٦) (ماخوذ از انوار الحدیث صفحہ ٢٦٠)

تعلقہ مذکورہ کو اپنے اعتقادات کی تعلیم بھی دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں تم ہماری اتباع کرو، اور توسل استمداد و تقلید ائمہ سے بچو کیونکہ یہ جائز نہیں؟ [۱]

الجواب

جو لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکر ہیں اور تقلید کو بدعت جانتے ہیں، اور توسل و استغاثہ و استمداد بزرگان کو ناجائز و نذر و نیاز کے کھانے کو نجس مانتے ہیں، اور ندائے غیر اللہ مثلاً ''یا رسول

---

[۱] **مذہب اہل سنت اصل دین ہے اور دوسرے مذاہب اختراعی ہیں:** اس سے ظاہر ہے کہ اسلام میں قدیم سے جو مذہب قرناً بعد قرن چلا آ رہا ہے وہ مذہب اہل سنت و جماعت ہے اور اس کے سوا جتنے مذاہب ہیں سب حادث ہیں جن کا موجد ایک ہی ایک شخص ہوا کیا، مثلاً مذہب قدریہ کا موجد معبد جہنی ہے جو صحابہ کے زمانہ میں تھا اور جس صحابی نے اس کی یہ بدعت سنی اس سے ابرائے ذمہ کر کے اس کی مخالفت کا اعلان کیا اسی طرح مذہب اعتزال کا موجد واصل ابن عطا ہے جو تابعین کے زمانہ میں تھا، اسی طرح کل مذاہب باطلہ کا حال ہے جو مذہب اہل سنت و جماعت سے علیحدہ ہو کر قرآن میں ایسی بدنما تاویلیں کرتے جو صراحۃً تحریف ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق بحسب ضرورت حدیث بنا لیتے اور جو حدیثیں اپنے مقصود کے مخالف تھے، ان کو موضوع قرار دیتے یا تاویلیں کرتے کیونکہ نئی بات کا موجد جو تمام امت موجودہ سے علیحدگی اختیار کرتا ہے جب تک ایسی کارسازیاں نہ کرے، کوئی شخص اس کا ہم خیال نہیں بن سکتا بخلاف اس کے اہل سنت و جماعت کو جو ہر ایک موجد کے زمانہ میں موجود تھے ایسی کارروائیوں کی ضرورت ہی نہ تھی، اس سے ظاہر ہے صرف اہل سنت و جماعت کا مذہب ایسا ہے جس میں کسی کے ایجاد و اختراع کو دخل نہیں، اور یہ مسلم ہے کہ ہمارا آسمانی دین کسی کے ایجاد اور اختراع کو جائز نہیں رکھتا۔

تہتر مذہبوں (باطل فرقوں) میں سے اہل سنت و جماعت ناجی ہیں: چنانچہ نبی کریم ﷺ نے صاف فرمادیا کہ اس دین میں تہتر (۷۳) مذہب بنائے جائیں گے مگر وہ کل مذاہب ناری ہیں اور ناجی ایک ہی مذہب ہے کسی نے پوچھا وہ کونسا مذہب ہے؟ فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں'' کما فی المشکوۃ عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ و تفترق امتی علی ثلاثۃ و سبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی رواہ الترمذی و فی معناہ ما رواہ احمد و ابو داود'' اسی وجہ سے تابعین نے احادیث اور اقوال صحابہ کو محفوظ کر لیا تا کہ وہ ناجی مذہب ہاتھ سے جاتا نہ رہے اور ان کے بعد کے طبقات میں بھی ان کی پوری پوری حفاظت ہوتی گئی۔ ہر چند اہل مذاہب باطلہ نے بہت کچھ فکریں کیں کہ اپنے خیالات باطلہ کو دینی مسائل اور اعتقادات میں مخلوط کر دیں، چنانچہ طلاقت لسانی سے کام لیا بعضے سلاطین کو اپنے ہم خیال بنا کر مسلمانوں پر دباؤ ڈالا، جعلسازیاں کیں، مگر بفضلہ تعالیٰ ان کی کچھ چل نہ سکی اور ان کے تراشیدہ خیالات دین میں ایسے ممتاز رہے جیسے دودھ میں مکھی جن کو مسلمانوں نے نکال کر پھینک دیا اور بفضلہ تعالیٰ وہی خالص دین ہم تک برابر پہنچ گیا۔ الحمد اللہ علی ذلک۔ (حوالہ: حقیقۃ الفقہ حصہ اول صفحہ ۴۹ تا ۵۱)

اللہ'' و''یا محمد'' کو شرک و کفر کہتے ہیں ایسے لوگ اہل سنت و جماعت سے خارج اور متبعین محمد بن عبدالوہاب نجدی ہیں۔ اہل سنت ان کو ''غیر مقلدین'' و''وہابیہ'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اوران کا مذہب باطل ہونے کے سبب اہل سنت کے پاس نماز وغیر نماز میں ان کی اقتداء و اتباع درست نہیں۔ پس اہل سنت کو چاہئے کہ ایسے اشخاص کو اپنی مساجد سے خارج اور آنے سے منع کریں اور ان کے ساتھ میل جول نہ کریں، کیونکہ ان کی ملاقات سے عقائد میں فرق آنے کا اندیشہ ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے:

وقد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز للاربع فلا یجوز الاتباع لمن حدث مجتهدا مخالفا لهم

الاشباہ والنظائر میں ہے:

ومن خالف الائمة الاربعة مخالف للاجماع و قد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علی عدم العمل لمذهب مخالف الاربعة لانضباط مذاهبهم و کثرة اتباعهم

درمختار مطبوعہ محمدی کے صفحہ 102 میں ہے:

و یمنع منه و کذا کل مؤذ فلو بلسانه اسی صفحه میں هے : بل ولاهل المحلة منع من لیس منهم عن الصلاة فی المسجد۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد بن عبدالوہاب نجدی خارجی اور اس کے متبعین گمراہ بے دین اور اہل سنت سے خارج ہیں

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرقہ غیر مقلدین مسمی بہ عامل بالحدیث یا ''اہل حدیث'' سنی مذہب میں داخل ہیں یا خارج؟ سوائے اہل سنت و جماعت کے بہتر (۷۲) فرقوں میں سے کسی فرقہ کا نام سنی ہے یا نہیں؟ فرقۂ عامل بالحدیث یعنی وہابیین اپنے سنی ہونے کا جو دعوی کرتے ہیں حق ہے یا باطل؟ مذکورہ بالا فرقہ کی بناء کب پڑی؟ مذکورہ بالا فرقہ نو پیدا کے پیشتر جن مسلمانوں نے مساجد بنائی ہیں ان کے ارادے کے موافق یہ فرقہ والے ان مساجد میں نماز پڑھنے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صحیحین کے حدیث ''علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها و عضوا علیها بالنواجذ'' سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مسلمان پر آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور ان کے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑنا (جمے رہنا) واجب و لازم ہے۔ اسی طرح جامع ترمذی کے حدیث صحیح ''ان الله لا یجمع امتی علی ضلالة، و ید الله علی الجماعة من شذ شذ فی النار'' سے ثابت ہے کہ جس مذہب پر امت کا اجماع ہو وہی مذہب حق ہے، اور جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے، اور جو شخص جماعت عامہ سے خارج ہو وہ نار میں داخل ہوگا۔ اور ایک حدیث میں ''سواد اعظم'' کی اتباع کا حکم بھی آیا ہے۔ جبکہ حدیث سابق الذکر سے اتباع سنت اور بعد والی احادیث سے جماعت عامہ یعنی سواد اعظم کے ساتھ رہنے کا حکم ثابت ہے تو اس وقت مذاہب اربعہ (یعنی حنفی،

شافعی، مالکی، حنبلی، جس پر اجماع امت ہوگیا ہے اور ان میں سے ہر ایک مذہب کے علماء نے ایک دوسرے کی حقانیت پر فتوی دیدیا ہے) کے سوائے کوئی اور مذہب حق نہیں ہے۔ اور چونکہ یہی مذاہب سواد اعظم ہیں اس لئے باجماع امت ان کے مجموعہ کا نام "اهل السنة و الجماعة" رکھا گیا۔

الاشباہ و النظائر میں ہے: وما خالف الائمة الاربعة مخالف للاجماع و قد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذهب مخالف الاربعة لانضباط مذاهبهم و کثرة اتباعهم۔

تفسیر احمدی میں ہے: قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز للاربع فلا یجوز الاتباع لمن حدث مجتهدا مخالفا لهم۔ اور دوسری جگہ ہے: وان نصاف ان انحصار المذاهب فی الاربعة و اتباعهم فضل الهی و قبولیته عند الله تعالی لا مجال فی التوجیهات و الاطالة۔

اور حافظ ابن حجر شافعی نے الفتح المبین فی شرح الاربعین میں لکھا ہے: اما فی زماننا فقال ائمتنا لا یجوز تقلید غیر الائمة الاربعة الشافعی و مالك و ابی حنیفة و احمد رضوان الله علیهم اجمعین۔

اور علامہ ابراہیم بن مرعی سرحی مالکی نے فتوحات وہبیہ میں لکھا ہے: اما فیما بعد ذلك فلا یجوز تقلید غیر الائمة الاربعة مالك و ابی حنیفة و الشافعی و احمد رحمهم الله تعالی لان هؤلاء عرفت قواعد مذاهبهم و استقرت احکامها و خدمها تابعوهم و حرروها فرعا فرعا و حکما حکما۔

فتاوی شامی کی جلد ۳ صفحہ ۳۱۹ خوارج کے بیان میں اس طرح صراحت کی گئی ہے کہ ۱۲۳۳ھ میں خارجیوں کا ایک فرقہ ابن عبدالوہاب نجدی کا تابع تھا، جس نے اپنے آپ کو حنبلی مذہب کا ظاہر کیا تھا، مگر اس کا عقیدہ یہ تھا کہ دنیا میں اس کے سوا کوئی مسلمان نہیں اور اس کے

خلاف جتنے اہل مذہب ہیں وہ سب مشرک ہیں۔ چنانچہ وہ اور اس کے متبعین اہل سنت اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح جانتے تھے، اور اسی بنیاد پر انہوں نے صدہا مسلمانوں کی خونریزی کی اور حرمین شریفین پر قابض ہو گئے۔ آخر کار اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ان پر فتح دی جس سے ان کی شان وشوکت ٹوٹ گئی اور ان کے شہر ویران ہو گئے۔

هكذا عبارته: والا فيكفي فيهم اعتقادهم كفر من خرجوا عليه كما وقع في زماننا في اتباع ابن عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد و تغلبوا على الحرمين و كانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون و ان من خالف اعتقادهم مشركون، اباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله شوكتهم وخرب بلادهم و ظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث و ثلاثين و مائتين و الف۔

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ خارجی فرقہ کے ہیں جو کسی طرح اہل سنت سے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ علامہ شامی کے اس جملہ و ظفر بهم عساكر المسلمين سے تو ان کے مسلمان ہونے میں تک کلام ہے پس ایسی حالت میں ان کا اپنے آپ کو سنی کہنا بالکل لغو و باطل ہے۔

شریعت میں اس قسم کے لوگوں کو کہ جن کے مسجد میں داخل ہونے سے فساد پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں کو اذیت پہونچتی ہے مسجد میں آنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ درمختار مطبوعہ محمدی کے صفحہ ۱۰۲ میں ہے: و يمنع منه و كذا كل مؤذ و لو بلسانه اور اہل محلہ کو یہ حق دیا گیا ہے کہ جو ان میں سے نہیں ہے اس کو اپنی مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کریں۔ جیسا کہ درمختار کے اسی صفحہ میں ہے: بل و لاهل المحلة منع من ليس منهم عن الصلاة فيه۔ پس جبکہ یہ فرقہ (غیر مقلدین) اہل سنت وجماعت سے خارج ہے اور اعتقادات فاسدہ کی وجہ سے سنیوں کو ان کے مسجد میں آنے سے اذیت ہوتی ہے تو سنیوں کو چاہئے کہ ان کو اپنی مسجد میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے سے منع کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

عرس شریف کی شرعی حیثیت

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مشائخین جو بزرگوں کی وفات کے دن مزار پر روشنی وغیرہ کر کے مجمع کرتے ہیں جس کا نام ''عرس'' ہے کیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کی ابتداء میں شہداء اُحد کے قبور پر بغرض زیارت تشریف فرما ہوتے تھے ردالمحتار جلد (۱) ص ۶۳۰ باب الجنائز میں ہے:

وفیہ یستحب ان یزورشھداء جبل احد لماروی ابن ابی شیبہ ان النبی ﷺ کان یأتی قبور الشھداء باحد علی رأس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

اور حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہے کے سوال وجواب کے بعد نیک بندہ کی قبر چار ہزار نوسو ہاتھ (گز) کشادہ کردی جاتی ہے اور اس میں نور پھیلا یا جاتا ہے پھر یہ کہا جاتا ہے کہ تو اس میں سورہ تب وہ خوشی میں کہتا ہے کہ میں اپنے لوگوں کو اس انعام وافضال الٰہی کی خبر دیتا ہوں تب اس کو کہا جاتا ہے کہ تو یہاں قیامت تک اس طرح سورہ جیسے عروس یعنی دولہا سورہتا ہے اس کے محبوب کے سوا اس کو کوئی اور جگا نہیں سکتا اب خداوند عالم ہی اس جگہ سے اٹھائے گا ترمذی شریف مطبوعہ نظامی کے جلد (۱) ص ۱۲۷ باب عذاب قبر کی طویل حدیث میں ہے:

ثم یفسح لہ فی قبرہ سبعون ذراعاً فی سبعین ثم ینور لہ فیہ ثم یقال لہ نم فیقول ارجع الی اھلی فاخبرھم فیقولان نم کنومۃ العروس الذی لا یوقظہ الا احب اھلہ حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذلك

صورت مسولہ میں مشائخین وغیرہ کا سال میں ایک دفعہ صالحین واولیاء کبار کے قبور پر بغرض زیارت جمع ہونا یہ حدیث زیارت شہداء اُحد سے ثابت ہے اور وفات کے دن نام عرس رکھنا یہ حدیث نم کنومة العروس سے مستفاد ہے کیونکہ اس روز محبوب حقیقی کے وصال اور اسکے بے غایت انعام و افضال نے ان کو جو مسرور کیا ہے اس کی مثال دنیا میں اہلِ دنیا کی شادی کے دن کے ساتھ ہی ہوسکتی ہے۔

اور ملک مغرب کے بعض مشائخین عظام کے اقوال سے ثابت ہے کہ بزرگوں کے عرس کے دن زائرین کو جو برکات وفیوض حاصل ہوتے ہیں وہ بہ نسبت دوسرے ایام کے بہت کچھ زائد ہوتے ہیں، ماثبت بالسنة کے ص ۶۸ میں مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

فان قلت هل لهذا العرف الذى شاع فى ديار نافى حفظ اعراس المشائخ فى ايام و فاتهم اصل فان كان عندك علم بذالك فاذكره قلت قد سئل عن ذالك شيخنا الامام عبد الوهاب المتقى المكى واجاب بأن ذالك من طريق المشائخ و عاداتهم ولهم فى ذلك نيات قلت كيف تعين اليوم دون سائر الايام فقال الضيافة مسنونة على الاطلاق فاقطعو النظر عن تعيين اليوم وله نظائر كمصافحة بعض المشايخ بعد الصلوٰة وكالا كتحال يوم عاشوراء فانه سنة على الإطلاق وبدعة من جهة الخصوصية ثم قال وقد ذكر بعض المتاخرين من مشائخ المغرب ان اليوم الذى وصلوا فيه الى جناب العزة وحظائر القدس يرجى فيه من الخير والكرامة والبركة والنورانية أكثر وأوفر من سائر الأيام ثم اطرق ملياً ثم رفع رأسه وقال ولم يكن فى زمن السلف شئى من ذالك وانما هو من مستحسنات المتاخرين

عرس کے دن صاحبِ عرس کی مزار پر حاضر ہوکر بغرضِ ایصالِ ثواب سورہ فاتحہ وسورہ اخلاص، اوائل سورہ بقر، سورہ تبارک، امن الرسول، سورہ یٰس آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھنا فقراء ومساکین کو

خیرات کرنا یا کھانا کھلانا موجبِ برکت وثواب ہے ایصال ثواب کرنے والے کو چاہئے کہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو خواہ زندہ ہوں یا مردہ اسی ثواب میں شریک کرے خداوندِ عالم سب کو برابر ثواب پہنچاتا ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد (۲) ص ۶۳۱ باب الجنائز میں یہی عبارت ہے

لما ورد من دخل المقابر فقراء سورة يٰسين خفف الله منهم يومئذٍ وكان له بعدد من فيها حسنات (بحر) وفي شرح اللباب و يقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة واوائل البقرة الى المفلحون وآية الكرسي و آمن الرسول وسورة يٰسين و تبارك الملك وسورة التكاثر والاخلاص اثنتي عشرة مرة او احدى عشرة او سبعاً او ثلاثاً ثم يقول : اللهم أوصل ثواب ما قرأناهُ الى فلان أو اليهم (تنبيه): صرح علماءنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً او صدقة أو غيرها- كذا في الهداية بل في زكاة التاتارخانيه عن المحيط: الافضل لمن يتصدق نفلا أن ينوي لجميع المؤمنين و المؤمنات لأنها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شئ اھ-هو مذهب اهل السنة والجماعة-

اسی صفحہ میں ہے وفي البحر من صام او صلّى او تصدّق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والإحياء جاز و يصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع. اور ص ۶۳۰ میں ہے اتخذ طعاماً للفقراء كان حسناً [۱]

عرس کے دن روشنی ودیگر تکلفات کرنا سلف صالحین وفقہاء اہلِ سنت کے اقوال سے ثابت نہیں ہے، [۲] واللہ اعلم بالصواب۔

---

[۱] ترجمہ: فقیروں کے لئے کھانا بنائے تو (یہ) اچھا (عمل) ہے۔ (مرتب)

[۲] اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ روشنی وغیرہ کرنا ناجائز ہے بلکہ یہ امور جائز ومباح ہیں اور اگر ثواب کی نیت سے روشنی (لائٹنگ) وغیرہ کا اہتمام کیا جائے تو یہ کارِ ثواب ہے۔ (مرتب)

مزارات اولیاء پر پھول یا سبزی ڈالنا شرعاً جائز ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قبروں پر پھول ڈالنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قبروں پر پھول ڈالنا یا سبزی یا درخت لگانا درست ہے [1] ردالمحتار کتاب الجنائز میں ہے:

ویکرہ أیضًا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرة دون الیابس- کما فی البحر و الدرر و شرح المنیة و علله فی الامداد بأنه ما دام رطبا یسبح الله تعالی فیؤنس المیت و تنزل بذکرہ الرحمة اھ، و نحوہ فی الخانیة أقول: ودلیله ما ورد فی الحدیث {من وضعه علیه الصلاة والسلام الجریدة الخضراء بعد شقها نصفین علی القبرین اللذین یعذبان وتعلیله بالتخفیف عنهما ما لم ییبسا: أی یخفف عنهما ببرکة تسبیحهما؛ إذ هو أکمل من تسبیح الیابس لما فی الأخضر من نوع حیاة؛ وعلیه فکراهة قطع ذلك، وإن نبت بنفسه ولم یملك لأن فیه تفویت

---

[1] قبروں پر پھول اور تر شاخیں ڈالنا سنت رسول ہے جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہے بخاری شریف میں ہے ثم اخذ جریدة رطبة فشقها بنصفین ثم غرز فی کل قبر واحدة۔ ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے ایک تر شاخ لے کر اس کے دو حصے کئے اور ہر قبر میں جمایا۔ علماء اہل سنت نے اسی حدیث پاک سے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے پر استدلال کیا ہے، پھول قسم نباتات سے تر چیز ہے جب تک اس میں تری ہے زندہ ہیں اور اللہ تعالی کی تسبیح کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ﴿الإسراء: ۴۴﴾ اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی (تعریف کرتی) ہوئی اس کی پاکی نہ بولے (ترجمہ کنز الایمان) اس کی تسبیح سے صاحب قبر کو انس ہوتا ہے۔ طحاوی شریف میں ہے کہ: ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض اماموں نے فتوی دیا کہ ہمارے زمانہ میں قبروں پر پھول اور تر شاخیں ڈالنے کا جو دستور ہے یہ سنت ہے، اور حدیث جریدہ سے ثابت ہے (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳٦٤)

حق الميت - ويؤخذ من ذلك ومن الحديث ندب وضع ذلك للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد فى زماننا من وضع أغصان الآس ونحوه، وصرح بذلك أيضا جماعة من الشافعية

واللہ اعلم بالصواب

میت کے پیشانی اور سینے پر کلمہ شہادت وتسمیہ لکھنا مستحب ہے

الاستفتاء

مندرجہ ذیل مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

(ا) غسل وکفن کے بعد میت کے پیشانی اور سینے پر عبیر ڈال کر یا عطر سے کلمہ شہادت اور بسم اللہ وغیرہ لکھنا درست ہے یا نہیں

الجواب

(ا) میت کی پیشانی پر انگشت شہادت سے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا اور سینہ پر کلمہ طیبہ لکھنا یا کفن میں عمامہ پر خداوند عالم کے اسماء وکلمہ طیبہ وغیرہ جس کو عہد نامہ کہتے ہیں لکھنا مباح ومستحب ہے۔ بعض بزرگوں نے اپنے سینے اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کی وصیت کی تھی، چنانچہ حسب وصیت لکھ دیا گیا، دفن کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور یہ پوچھا کہ اس کے لکھنے سے آپ کو کوئی فائدہ ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے مگر میری پیشانی پر جو بسم اللہ الرحمن رحیم لکھا پایا تو میں عذاب سے امن میں رہا۔

درمختار کی کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجنائز میں ہے:

كتب على جبهة الميت او عمامته او كفنه عهد نامه يرجى ان يغفر الله للميت، اوصى بعضهم ان يكتب في جبهته و صدره بسم الله الرحمٰن الرحيم ففعل ثم رؤى في المنام فسئل فقال لما وضعت في القبر جائتني ملئكة العذاب فلما راؤا مكتوباً على جبهتي بسم الله الرحمٰن الرحيم قالوا اُمنت من عذاب الله-رد المحتار میں ھے: قوله يرجى الخ مفاده الاباحة او الندب و في البزازية قبيل كتاب الجنايات و ذكر

الامام الصفار لو كتب على جبهة الميت او على عمامته او كفنه عهد نامه يرجى ان يغفر الله تعالى للميت و يجعله آمنا من عذاب القبر قال نصير هذه رواية في تجويز ذلك وقد روى انه كان مكتوبا على افخاذ افراس في اصطبل الفاروق "حبيس في سبيل الله تعالى" وفي فتاوى المحقق ابن الحجر المكي الشافعي سئل عن كتابة العهد على الكفن وهو: لا اله الا الله والله اكبر لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد لا اله الا الله ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم وقيل انه: الله فاطر السماوات و الارض عالم الغيب و الشهادة الرحمن الرحيم اني اعهد اليك في هذه الحياة الدنيا اني اشهد انك انت الله لا اله الا انت وحدك لا شريك لك و ان محمدا عبدك ورسولك ﷺ فلا تكلني الى نفسي تقربني من الشر و تبعدني من الخير وانا لا اثق الا برحمتك فاجعل لي عهدا عندك توفينيه يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد . هل يجوز و لذلك اصل؟ فاجاب بقوله: نقل بعضهم عن نوادر الاصول للترمذي ما يقتضي ان هذا الدعاء له اصل و ان كالفقيه ابن عجيل كان يأمر به ثم افتى بجواز كتابته قياسا على كتابة "لله" في اهل الزكاة و اقره بعضهم

اس کے بعد دوسرے صفحہ میں ہے:

نقل بعض المحشين عن فوائد الشرجي ان مما يكتب على جبهة الميت بغير مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحيم و على الصدر لا اله الا الله محمد رسول الله و ذلك بعد الغسل قبل التكفين

اس کے قبل کے صفحہ میں ہے:

قولہ عهدنامه بفتح الميم وسكون الهاء و معناه بالفارسية الرسالة و المعنى رسالة العهد و المعنى ان يكتب شيء مما يدل انه على العهد الازلى الذى بينه بين ربه يوم اخذ الميثاق من الايمان و التوحيد والتبرك باسمائه تعالىٰ و نحو ذلك۔

واللہ اعلم بالصواب

ایصال ثواب کی شرعی حیثیت

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے نام سے قرآن شریف وغیرہ پڑھوانا اور فقراء کو کھانا کھلانا جس کا نام عرس ہے اور اس سے ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے، اگر اس کو صاحب عرس کی مزار پر نہ کر کے کسی اور مقام پر کیا جائے تو شرعاً درست ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ایصال ثواب کے لئے کوئی جگہ معین نہیں ہے ہر جگہ سے ایصال ثواب ہوسکتا ہے۔ مگر مزار پر کرنے میں حاضرین کو زیارت قبر کا بھی موقع ملتا ہے جو شرعاً مستحب ہے ردالمختار جلد 1 باب الجنائز میں ہے:

قوله لا بأس بزيارة القبور اى لا بأس بها بل تندب كما فى البحر عن المجتبى [1]

واللہ اعلم بالصواب

[1] ترجمہ: زیارت قبور میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ (زیارت قبور) مستحب ہے جیسا کہ بحر میں مذکور ہے۔ (مرتب)

ازروئے شرع رافضی سے سُنّی عورت کا نکاح ناجائز وحرام ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ثیبہ سنی المذہب اپنی رضامندی وخوشی سے زید رافضی سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ کیا ازروئے شریعت ہندہ کے ولی کو اس نکاح سے ہندہ کو باز رکھنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بدون رضامندی ولی کے ہندہ اگر نکاح کر لے تو ایسی حالت میں ولی کا اس پر کوئی حق و جبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جو رافضی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کے منکر ہیں یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں اور فرقہ زیدیہ جو عجم سے ایک ایسے نبی کے آنے کا انتظار رکھتے ہیں جو ہمارے نبی کریم محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو منسوخ کریں گا، اسی طرح وہ رافضی جو دنیا میں اموات کے رجوع ہونے اور تناسخ کے قائل ہیں، اور وہ رافضی جو ائمہ میں روح الٰہی کے منتقل ہونے کے قائل ہیں، اور وہ جو امام باطنی کے نکلنے کے قائل ہے اور اس کے نکلنے تک تمام اوامر ونواہی کو بے کار جانتے ہیں، اسی طرح وہ رافضی جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے سے انکار کرتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ جبریل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طرف وحی لانے میں غلطی ہوئی اصل وحی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر آنے والی تھی، یہ تمام رافضی حنفیوں کے پاس کافر اور مذہب اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے احکام ہمارے پاس مرتدوں کے احکام ہیں۔ فتاوی عالمگیریہ مصری جلد 2 صفحہ 292 باب کلمات الکفر میں ہے:

من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق فھو کافر علی قول بعضھم وقال بعضھم ھو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انہ کافر کذلك من انکر خلافۃ عمر فی

اصح الاقوال و یجب اکفار الزیدیة کلھم فی قولھم بانتظار بنی من العجم ینسخ دین نبینا محمدﷺ کذا فی الوجیز الکردری- کذا ففی الظھیریة ویجب اکفار الروافض فی قولھم برجعة الاموات الی الدنیا وتناسخ الارواح و بانتقال روح الالہ الی الائمة و بقولھم فی خروج امام باطن و بتعطیلھم الامر و النھی الی ان یخرج الامام الباطن و بقولھم ان جبرئیل علیہ السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریة ۔ اور رد المحتار مصری جلد ۳ صفحہ ۳۲۰ میں ھے: نعم لا شك فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ عنھا او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوھیة فی علی رضی اللہ عنہ او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلك من الکفر الصریح المخالف للقرآن

اور جو رافضی کہ صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور ان سے بغض رکھتے ہیں ان کے گمراہ و بدکار ہونے پر تمام اماموں کا اتفاق ہے، بلکہ بعض فقہاء نے ان کو بھی کافر لکھا ہے۔اور جو علی کے شیخین رضی اللہ عنہم پر فضیلت کے قائل ہیں وہ بدعتی ہیں۔ردالمحتار مصری کے جلد ۳ صفحہ ۳۰۲ میں ہے:

فی الاختیار اتفق الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع و تخطعتھم وسبّ احد من الصحابة و بغضه لایکون کافرا لکن یضلل

اور عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ میں ہے:

الرافضی اذا کان یسب الشیخین و یلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافر و ان کان یفضل علیا کرم اللہ وجھه علی ابی بکر رضی اللہ عنہ لا یکون کافرا الا انه مبتدع۔[1]

[1] ترجمہ: جو رافضی شیخین کریمین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو گالیاں دے یا ان دونوں پر لعن طعن کرے اللہ کی پناہ تو وہ کافر ہے۔اور اگر جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے وہ بدعتی (گمراہ) ہے کافر نہیں۔ (مرتب)

روایات سابقہ سے جبکہ رافضیوں کا کافر و بدکار و گمراہ ہونا ثابت ہے تو از روئے شریعت رافضی سے سنی عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ کیونکہ نکاح میں شرعاً زوج و زوجہ کے مابین کفوء کا لحاظ کیا گیا ہے اور ہمسری مرد کی عورت کے ساتھ اسلام و دینداری و تقوی میں بھی رکھی گئی ہے، یعنی کافر یا غیر متقی و بدکار مرد ہرگز مؤمنہ عاصمہ و صالحہ کا ہمسر نہیں ہوسکتا۔ عالمگیریہ جلد ا صفحہ ۳۱۰ میں ہے:

(ومنها الديانة) اى تعتبر الكفاءة فى الديانة و هذا قول ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله وهو الصحيح كذا فى الهداية فلا يكون الفاسق كفوا للصالحة كذا فى المجمع سواء كان معلنا الفسق او لم يكن كذا فى المحيط

اور درمختار مطبوعہ برحاشیہ ردالمحتار مصری جلد ۲ صفحہ ۳۴۶ باب الکفاءۃ میں ہے:

(و) اما فى العجم فتعتبر (حرية و اسلاما) و ابوان فيهما كالآباء (و) تعتبر فى العرب و العجم (ديانة) اى تقوى فليس فاسق كفوء الصالحة او فاسقة بنت صالح معلنا كان او على الظاهر -نهر

شرعاً کفاءۃ ولی کا حق ہے، یعنی اگر لڑکی ثیبہ ہو یا باکرہ جبکہ غیر کفوء سے نکاح کرنا چاہے اور ولی ناراض ہو تو اس کا نکاح ہی منعقد نہیں ہوتا، اور اگر ولی کو نکاح کے بعد معلوم ہو اور وہ فسخ کرانا چاہے تو قبل حاملہ ہونے کے یا بچے والی ہونے کے قاضی کے پاس پیش کر کے فسخ کرا سکتا ہے۔ مگر یہ حق ولی کو اس وقت دیا گیا ہے جبکہ وہ عصبہ ہو یعنی ولی باپ ہو یا حقیقی بھائی یا چچازاد بھائی یا دادا وغیرہ اور جو ولی کہ ذوی الارحام سے ہیں یا ماں اور قاضی اگر ولی ہے تو ایسے اولیاء کو لڑکی کے خود بخود غیر کفوء سے نکاح کر لینے کی صورت میں اعتراض و فسخ کا حق نہیں ہے۔ درمختار مطبوعہ برحاشیہ ردمختار جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ باب الکفاءۃ میں ہے:

(و) الکفاءۃ (ھی حق الولی لا حقھا) فلو نکحت رجلا و لم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لا خیار لھا بل للاولیاء

اور صفحہ ۳۴۳ ردالمحتار میں ہے:

(قولہ الکفاءۃ معتبرۃ) قالوا معناہ معتبرۃ فی اللزوم علی الاولیاء حتی عند عدمھا جاز للولی الفسخ اھ فتح-وھذا بناءً علی ظاھر الروایۃ من ان العقد صحیح و للولی الاعتراض اما علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی من انہ لا یصح فالمعنی معتبرۃ فی الصحۃ

اور عالمگیریہ جلد ا صفحہ ۳۱۰ میں ہے:

ثم المرأۃ اذا زوجت نفسھا من غیر کفوءٍ صح النکاح فی الظاھر الروایۃ عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ و ھو قول ابی یوسف رحمہ اللہ آخرا و قول محمد رحمہ اللہ آخرا ایضا حتی ان قبل التفریق یثبت فیہ حکم الطلاق و الظھار والایلاء والتوارث وغیر ذلک ولکن للاولیاء حق الاعتراض وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ان النکاح لا ینعقد وبہ اخذ کثیر من مشائخنا رحمھم اللہ کذا فی المحیط والمختار فی زماننا للفتوی روایۃ الحسن وقال الشیخ الامام شمس الائمۃ السرخسی روایۃ الحسن اقرب الی الاحتیاط کذا فی فتاوی قاضیخان فی فصل شرائط النکاح- وفی البزازیۃ ذکر برھان الائمۃ ان الفتوی فی جواز النکاح بکرا کانت او ثیبا علی قول الامام الاعظم -وھذا اذا کان لھا ولی فان لم یکن صح النکاح اتفاقا کذا فی النھر الفائق-ولایکون التفریق بذلک الا عند القاضی

اور درمختار میں اسی جلد کے صفحہ ۳۲۲ باب الولی میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفوء و بعدم جوازہ وھو المختار للفتوی لفساد الزمان-

اور در مختار میں ھے: قولہ بعدم جوازہ اصلا ھذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ و ھذا اذا کان لھا ولی ولم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضا بعدہ بحر - واما اذالم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا کما یأتی لان وجہ عدم الصحۃ علی ھذہ الروایۃ دفع الضرر عن الاولیاء اما ھی فقد رضیت بأسقاط حقھا- فتح ، وقول البحر لم یرض بہ لیشمل ما اذا لم یعلم اصلا فلا یلزم التصریح بعدم الرضا بل السکوت منہ لا یکون رضا کما ذکرنا فلابد حینئذ بصحۃ العقد من رضاہ صریحا و علیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لا یفید

اور صفحہ ۳۲۱ میں ہے:

(ولہ) ای للولی اذا کان عصبۃ (الاعتراض) فی غیر الکفوء یفسخہ القاضی و بتجدد الاعتراض یتجدد النکاح (ما لم) یسکت حتی (تلد منہ) لئلا یضع الولد و ینبغی الحاق الحبل الظاھر بہ۔

پس صورت مسئولہ میں ہندہ سنیہ کا نکاح زید رافضی سے شرعا صحیح و جائز نہیں ہے، اور ولی کو قبل نکاح روکنے کا حق حاصل ہے مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی فتاوی عزیزیہ مجتبائی کے صفحہ ۱۲ میں عدم جواز نکاح (نکاح کا ناجائز ہونا) تحریر فرمایا ہے اور اس نکاح سے مذہب میں فتور آنے کا اندیشہ ظاہر کیا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کسی مسلم خاتون کا نکاح قادیانی کا فرومرتد سے ہرگز منعقد نہ ہوگا

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جس کا مع اپنے متعلقین کے قادیانی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا، خالد سنی حنفی المذہب کی لڑکی ہندہ سے نکاح کے لئے اپنے لڑکے عمرو کا پیام بھیجا۔ خالد نے زید کے قادیانی مشہور ہونے کی وجہ سے اس کے لڑکے کو اپنی لڑکی دینے سے انکار کیا۔ زید نے معتبر دس اشخاص کے روبرو اپنے اور اپنے تمام متعلقین کے قادیانی ہونے سے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میں سنی حنفی المذہب ہوں۔ تب خالد نے اس انکار کے بعد انہیں معتبر اشخاص کے روبرو زید سے یہ اقرار لیا کہ تمہارے لڑکے سے میری لڑکی ہندہ کا نکاح ہوجانے کے بعد اگر تمہارے لڑکے کا قادیانی ہونا ظاہر ہوجائے تو پھر میں لڑکی کا نکاح فسخ کروادونگا۔ زید نے اس کو قبول کیا، اور عمر کا ہندہ کے ساتھ نکاح ہوگیا۔ نکاح کے چار مہینے کے بعد خالد کو معلوم ہوا کہ عمرو اور اس کا والد زید وغیر قادیانی ہیں اور عمرو اپنی زوجہ ہندہ کو بھی قادیانی ہونے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس بناء پر خالد نے ہندہ سے دریافت کیا اور بعد تصدیق ہونے کے ہندہ کو اپنے گھر میں لا لیا۔ تا حال ہندہ اپنے باپ کے گھر میں مقیم ہے اور عمرو اس کا طالب ہے۔ ہندہ اور خالد ہر دو فسخ نکاح چاہتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں شرعاً ہندہ وعمرو کا نکاح قابل فسخ ہے یا نہیں؟ اور کیا ہندہ عمرو کے گھر جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

مرزا غلام احمد قادیانی فرقہ قادیانی کے بعض اقوال ایسے ہیں اہل سنت و جماعت کے پاس کفر ہے۔ چنانچہ اخبار الحکم مؤرخہ 24 /فروری/ 1905 میں توضیح مرام سے مرزا قادیانی کا قول منقول ہے کہ ''میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں'' اس کے متعلق البحر الرائق مصری جلد ۵ صفحہ ۱۳۰

باب المرتد میں ہے:ویکفر بقولہ انا رسول اللہ عالمگیر یہ مطبوعہ مصری جلد 2 صفحہ 263 موجبات کفر میں ہیں: و کذلك لو قال انا رسول الله او قال بالفارسية من پیغمبرم یرید به من پیغام میبرم یکفر یعنی اہل سنت و جماعت حنفیہ کی معتبر کتب فقہ البحر الرائق و عالمگیر یہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ کا رسول اور پیغمبر ہوں خدا کا کلام لے جاتا ہوں تو ایسا کہنے والا کافر ہے۔

رسالہ عقائد مرزا میں توضیح المرام وغیرہ رسائل سے منقول ہے کہ مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ ''میں اللہ کا نبی ہوں، رسول ہوں، میرا منکر کافر و مردود ہے، مردودوں کے پیچھے نماز درست نہیں بلکہ ان پر سلام نہ کرنا چاہیے''۔ مرزا کے اس قول کے بموجب گویا تمام اہل سنت و جماعت جو اس کے منکر ہیں کافر ہیں جن کے پیچھے نماز درست نہیں اور ان پر سلام بھی نہ کرنا چاہیے۔

شرح مواقف مصری جلد 3 صفحہ 258 اور شرح مقاصد مصری کے صفحہ 197 میں ہے: وقال الاستاذ ابو اسحاق کل مخالف یکفرنا فنحن نکفره والا فلا اہل سنت و جماعت کے معتبر کتب عقائد شرح مواقف و شرح مقاصد میں ہے کہ جو کوئی مخالف ہم کو یعنی اہل سنت و جماعت کو کافر کہتا ہم بھی اس کو کافر کہیں گے۔

ازالۃ الاوہام کے صفحہ 648 میں قادیانی کی تحریر ہے کہ: خدائے تعالی نے اس عاجز کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا، پھر نوح کا، پھر یوسف کا، پھر داود کا، پھر موسی کا، پھر مثیل ابراہیم کا قرار دیا اور بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا''۔ اور صفحہ ۶۷۳ میں ہے کہ ''مثیل آیت ''مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ''[1] سے میں مراد ہوں میرے ہی آنے کی بشارت دی گئی تھی''۔

[1] ترجمہ: ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ (کنز الایمان) ﴿الصف: ۶﴾

رسالہ عقائد مرزا میں اشتہار معیار الاخیار سے مرزا قادیانی کا قول نقل کا ہے: میں مہدی ہوں اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔ رسالہ عقائد مرزا میں توضیح المرام وغیرہ رسائل سے منقول ہے کہ: میرے معجزات ونشانیاں انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں، میری پیشگوئیاں نبیوں کی پیشگوئیوں سے زیادہ ہیں، میرے معجزات اور نشانیوں کے انکار سے سب نبیوں کے معجزات کا انکار کرنا پڑے گا ۔اسی اشتہار میں دافع البلاء سے مرزا کا قول نقل کیا ہے کہ: میں امام حسین علیہ السلام سے افضل ہوں ،ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ واس سے بہتر غلام احمد ہے، میں اللہ کی اولاد کا رتبہ والا ہوں، میرا الہام ہے کہ انت منی بمنزلۃ اولادی یعنی اللہ فرماتا ہے کہ اے غلام احمد تو میرے پاس میری اولاد کے مرتبہ میں ہے۔ ضرورۃ الاوہام کے صفحہ ۱۳ میں ہے کہ: خدائے تعالیٰ مجھ سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر چہرہ سے پردہ اتار دیتا ہے اور نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور دیر تک سوال وجواب ہوتے رہتے ہیں۔ رسالہ عقائد مرزا میں توضیح المرام وغیرہ رسائل سے منقول ہے کہ ”خدا بے پردہ ہو کر مجھ سے ٹھٹھے (ہنسی مذاق، مسخری) کرتا ہے“ نعوذ باللہ منھا۔

مرزا قادیانی کے یہ تمام اقوال جن سے خداوند کریم کی عزت وجلال میں فرق آتا ہے، اور انبیاء کرام کی عظمت وشان کے بالکل خلاف ہیں، اور جن سے مذہب اسلام کی علانیہ توہین ہوتی ہے، اہل سنت و جماعت کے پاس گناہ کبیرہ ہے، چنانچہ عالمگیریہ جلد ۳ صفحہ ۴۵۰ کتاب الشہادۃ میں گناہ کبیرہ کی اس طرح تفصیل ہے:

واختلفوا فی تفسیر الکبائر واصح ما قیل فیہ ما نقل عن الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوائی رحمہ اللہ تعالی انہ قال ما کان شنیعا بین المسلمین و فیہ ھتک حرمۃ اللہ تعالی و الدین فھو من جملۃ الکبائر و کذلک ما فیہ نبذ المروۃ والکرم فھو منجملۃ الکبائر و کذلک الاعانۃ

على المعاصى والفجور والحث عليها من جملة الكبائر و ما عداها فمن الصغائر - كذا فى المحيط: اور مرتکب گناہ کبیرہ شرعاً فاسق ہے۔

شرح عقائد نسفی مطبوعہ انوار محمدی کے صفحہ ۱۸۵ میں ہے: مرتكب الكبيرة فاسق۔

مرزا قادیانی سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسمانی معراج ہونے کے انکار کا بھی صدور ہوا ہے جو سراسر اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۴۷ میں مرزا کا قول ہے کہ: ''یہ معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلی درجہ کا کشف تھا، اس کشف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفی و اجلی ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے''۔ شرح عقائد نسفی مطبوعہ انوار محمدی کے صفحہ ۲۱۸ ہے:

والمعراج لرسول الله ﷺ فى اليقظة بشخصه الى السماء ثم الى ما شاء الله تعالى من العلى حق اى ثابت بالخبر المشهور حتى ان منكره يكون مبتدعا

یعنی اہل سنت و جماعت کے عقائد کی معتبر کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے کہ آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں معراج ہوئی اور آپ اپنے جسم پاک سمیت آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے، اس کا جو شخص انکار کرے وہ بدعتی یعنی بد مذہب ہے۔ شرح مقاصد کے صفحہ ۱۹۸ میں ہے: والمبتدع هو من خالف فى العقيدة طريقة اهل الحق و هو كالفاسق۔

قادیانی فرقہ کے لوگ جو کہ مرزا غلام احمد کے پیرو اور معتقد ہیں اور اس کے تمام اقوال پر اعتقاد رکھتے اور احکام کی تعمیل کو فرض جانتے ہیں، اہل سنت و جماعت کے پاس ان عقائد کی رو سے قادیانی فاسق [1] و بدعتی یقیناً ہیں۔ فاسق کے لئے شریعت میں یہ حکم ہے کہ اس پر حد و تعزیر لگائی جائے اور توبہ کا حکم دیا جائے۔ اس کی شہادت نامقبول ہے۔ اور ولایت یعنی حکومت سے

[1] مذکورہ بالا اقوال و عقائد کے حامل ہونے نیز دیگر صریح کفریات کی بناء پر حال ہی میں تمام مسلمانوں نے قادیانی کو قطعاً کافر اور خارج عن الاسلام اور مخلد فی النار قرار دیا ہے اور اس عدو اللہ و رسولہ کے متبعین بھی سارے عالم اسلام میں قطعی کافر قرار دیئے گئے ہیں۔

معزول کیا جائے۔ اور بدعتی کی لئے یہ حکم ہے کہ اس کے ساتھ بغض وعدوات رکھی جائے اور ہر وقت اس سے کنارہ کشی کی جائے، ہمیشہ اس کی توہین ہو اور اس پر لعن طعن کیا جائے۔

شرح مقاصد کے صفحہ ۱۹۸ میں ہے:

وحکم الفاسق الحد فیما یجب فیہ الحد والتعزیر فی غیرہ والامر بالتوبۃ ورد الشھادۃ و سلب الولایۃ علی اختلاف فی ذلک بین الفقھاء و حکم المبتدع البغض و العداوۃ والاعراض عنہ والاھانۃ و الطعن واللعن و کراھیۃ الصلاۃ خلفہ۔

پس صورت مسئولہ میں زید کا لڑکا عمرو قادیانی مذہب ہونے کی وجہ سے اہل سنت و جماعت کے پاس فاسق و بدعتی اور کافر و مرتد ہے، اور مذہب حنفی میں فاسق و بدعتی اور بدعقیدہ شخص نکاح میں صالحہ صحیح العقیدہ لڑکی کا کفوء و مثل نہیں ہے۔ درمختار جلد ۳ صفحہ ۳۲۸ باب الکفاءۃ میں ہے:

(و) تعتبر فی العرب والعجم (دیانۃ) ای تقوی فلیس فاسق کفوء الصالحۃ۔

نکاح کے قبل ہندہ کے والد نے چونکہ عمرو کے والد سے سنی حنفی المذہب [1] ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہ شرط لگائی ہے کہ بعد نکاح اگر خلاف ظاہر ہو جائے تو ہندہ کا نکاح فسخ

---

[1] **توبہ کے بعد نکاح کا مسئلہ:** اسی لئے شریعت مطہرہ کا یہ حکم ہے کہ توبہ کے بعد فوراً اس کے ساتھ نکاح نہیں کیا جائے گا بلکہ کچھ دنوں اسے دیکھا جائے گا کہ اپنی توبہ پر وہ قائم ہے یا نہیں۔ جیسے کوئی فاسق معلن توبہ کر لے تو فوراً اسے امام نہیں بنا دیا جائے گا فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۲۱۳ میں ہے کہ فتاوی قاضی خان پھر فتاوی عالمگیری میں ہے۔ اَلْفَاسِقُ اِذَا تَابَ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهٗ مَا لَمْ يَمْضِ عَلَيْهِ زَمَانٌ يَظْهَرُ عَلَيْهِ اَثَرُ التَّوْبَةِ۔ (ترجمہ) فاسق توبہ کر لے تب بھی اس کی گواہی نہیں قبول کی جائے گی جب تک کہ اتنا وقت نہ گزر جائے کہ اس پر توبہ کا اثر ظاہر ہو۔

اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: امیر المؤمنین غیظ المنافقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب صُبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بدمذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں اور مر جائے تو اس کے جنازہ پر حاضر نہ ہوں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کروادے گا۔ اس لئے نکاح سے چار مہینہ بعد چونکہ عمرو کا قادیانی ہونا ثابت ہو گیا ہے، اور عمرو نے ہندہ کا نکاح فسخ کرادے۔

چنانچہ درمختار میں اسی جگہ صفحہ ۳۲۶ میں ہے:

(و) الکفاءۃ (ھی حق الولی لا حقھا) فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لا خیار لھا بل للاولیاء ولو زوجوھا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار لا حد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفوء کان لھم الخیار والواجیۃ. فلیحفظ۔

پس صورت مسئولہ میں قاضی یعنی حاکم عدالت کو چاہئے کہ بعد ثبوت خالد کی درخواست کے بموجب ہندہ اور عمرو کا نکاح فسخ کرادے اور تا فسخ ہندہ اپنے والد ہی کے گھر میں رہے عمرو کے پاس بھیجی نہ جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

(بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ) بہ تعمیل حکم احکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق (تتر بتر) ہو جاتے۔ جب ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے عرضی بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہو گیا اس وقت اجازت فرمائی۔ (فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۲۱۳)

دیکھئے اصبیغ صرف آیات متشابہات یعنی الٓمٓ و حٰمٓ اور وَجْهُ اللهِ وَيَدُ اللهِ کے مثل میں بحث کیا کرتا تھا وہ مرتد نہیں تھا بلکہ اس پر صرف بدمذہبی کا اندیشہ تھا مگر اس کے باوجود حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توبہ کے بعد بھی اس کا سخت بائیکاٹ کیا جب تک کہ اطمینان نہیں ہو گیا۔

لہذا مرتد اور بدمذہب کو توبہ کرانے کے بعد بدرجہ اولی کئی برس تک دیکھا جائے گا۔ جب اس کی بات چیت اور طور وطریقہ سے خوب اطمینان ہو جائے کہ وہ اہلسنت و جماعت کا آدمی ہو گیا تب اس کے ساتھ نکاح کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ لہذا جو شخص مرتد یا مرتدہ کو توبہ کرانے کے بعد فوراً ان کے ساتھ اپنے لڑکا لڑکی کا عقد کرے اور جو مولوی ایسا نکاح پڑھے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان دونوں کا مذہبی بائیکاٹ کریں اور ایسے دنیا دار مولوی کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ (حوالہ: ''بدمذہبوں سے رشتے'' مصنف: مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمۃ صفحہ: ۱۹ تا ۲۰)

جو شخص نبی و رسول ہونے کا دعوی کرے وہ کافر و مرتد ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص رسول و نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اپنے پر درود بھیجنے کے لئے لوگوں کو کہتا ہے۔ کیا ایسا شخص شرعا کافر ہے یا مسلم؟

الجواب

ایسا شخص کافر ہے۔ عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ کتاب الجہاد میں ہے:

و کذلك لو قال انا رسول الله او قال بالفارسية من پیغمبرم یرید به من پیغام می برم یکفر۔ واللہ اعلم بالصواب

جو خود کو موحد کہلا کر رسالت کا اقرار نہ کرے وہ مسلمان نہیں

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خود کو موحد کہتا ہے اور لا الہ الا اللہ کا قائل ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہیں کرتا۔ کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسا شخص مسلمان نہیں ہے کیونکہ خاتم المرسلین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ی رسالت کا منکر ہے۔ رد محتار جلد ۳ صفحہ ۳۱۲ کتاب الجہاد باب المرتد میں ہے:

فلو قال لا اله الا الله لا یحکم باسلامه لانه منکر الرسالة ولا یمتنع عن هذه المقالة ول قال "اشهد ان محمدا رسول الله" یحکم باسلامه لانه یمتنع عن هذه الشهادة فکان الاقرار بها دلیل الایمان، بدائع۔

واللہ اعلم بالصواب

زندیق، منافق، دھریہ اور ملحد کسے کہتے ہیں؟

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زندیق، منافق، دھریہ اور ملحد میں کیا فرق ہے؟

الجواب

''زندیق'' اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے شریک جانے اور اس کی حکمتوں کا انکار کرے یا اس کے وجود کی نفی کرے۔ ''منافق'' وہ ہے جو خاتم النبیین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرے اور ''دھریہ'' وہ ہے کہ جو انکار رسالت کے ساتھ حوادثات عالم کی نسبت خدائے پاک کی طرف نہ کرے بلکہ ان کو زمانہ اور اتفاقات کی طرف منسوب کرے۔ اور ''ملحد'' وہ ہے جو شریعت مستقیمہ کو چھوڑ کر کفر کی کسی جہت کی طرف مائل ہو جائے۔ رد المحتار جلد ۳ کتاب الجہاد باب المرتد صفحہ ۳۲۲ میں ہے:

قال العلامة کمال باشا فی رسالته: "الزندیق" فی لسان العرب: یطلق علی من ینفی الباری تعالیٰ و علی من یثبت الشریك و علی من ینکر حکمته۔

اس کے بعد ہے:

و الفرق بین الزندیق و المنافق و الدهری و الملحد مع الاشتراك فی ابطان الکفر ان المنافق غیر معتف بنبوة نبینا محمد ﷺ. والدهری کذلك مع انکاره اسناد الحوادث الی الصانع المختار سبحانه و تعالیٰ، والملحد وهو من مال عن الشرع القویم الی جهة من جهات الکفر۔

واللہ اعلم بالصواب

مفتی بہ قول کے مطابق فرقہ شیعہ کافر و مرتد ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ عورت جس کا عقیدہ ہے کہ جبریل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی لانے میں غلطی ہوئی، فی الحقیت وحی علی رضی اللہ عنہ پر بھیجی گئی تھی۔ اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر زنا کی تہمت لگاتی ہے، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کی منکر ہے۔ کیا ایسی عورت سے سنی مرد کا نکاح شرعا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اہل سنت و جماعت کے پاس ایسے عقیدے والی عورت کا حکم کافرہ و مرتدہ کا ہے، اس لئے سنی مرد کا نکاح اس عورت کے ساتھ درست نہیں [1]۔ فتاویٰ عالمگیریہ جلد 2 صفحہ 292 باب کلمات الکفر میں ہے:

من انکر امامة الصدیق رضی اللہ عنہ فهو کافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر و الصحیح انه کافر و کذلك من انکر خلافة عمر رضی اللہ عنہ فی اصح الاقوال کذا فی الظهیریة۔ [2] ویجب اکفار الزیدیة فی قولهم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا و سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی الوجیز للکردری۔ ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا و بتناسخ

---

[1] بلکہ ناجائز و حرام ہے اور بدمذہبیت حد کفر کو پہنچنے کی صورت میں تو نکاح باطل محض ہے یعنی سرے سے منعقد ہی نہ ہوگا۔ (مرتب)

[2] ترجمہ: جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کرے پس وہ کافر ہے ایک قول کے مطابق وہ بدعتی (گمراہ) ہے کافر نہیں، صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے۔ اور اسی طرح جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے (وہ بھی کافر ہے) اصح قول کے مطابق جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ (مرتب)

الارواح و بانتقال روح الالہ الی الائمۃ و بقولھم فی خروج امام باطن و بتعطیلھم الامر والنھی الی ان یخرج الامام الباطن و بقولھم ان جبرئیل علیہ السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علیؓ ابن ابی طالب رضی ؓ و ھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ- اور الدر المحتار مصری کی جلد ۳ صفحہ ۳۲۰ میں ھے: نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنھا او انکر صحبۃ الصدیق او اعتقد الالوھیۃ فی علیؓ ؓ او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقراٰن[1]۔

فتاویٰ عزیزیہ کے صفحہ ۱۲ میں ہے: نکاح کردن درمیان مرد سنی و زن شیعہ مبنی بر تکفیر و عدم تکفیر این فرقہ است۔ در مذہب حنفی موافقِ روایات مفتی بہ حکم فرقہ شیعہ حکم مرتدان است۔ چنانچہ در فتاوی عالمگیریہ مرقوم است: پس نکاح کردن از زن کہ دریں فرقہ باشد درست نیست۔ در مذہب شافعی دو اقوال است بر یک قول کافر اند و در قول آخر فاسق۔ چنانچہ در صواعق محرقہ مسطور است۔ لیکن قطع نظر از آن انعقاد مناکحت بایں فرقہ موجب مفاسد ہائے بسیار می گردد و مثل بد مذہب شدن اہل خانہ و عدم موافقت صحبت و غیر ذلک۔ پس احتراز از آں واجب است۔

واللہ اعلم بالصواب

[1] ترجمہ: ہاں اس شخص کی تکفیر میں کوئی شک نہیں کہ جو حضرت اماں عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر (معاذ اللہ) زنا کی تہمت لگائے یا حضرت صدیق اکبر ؓ کی صحابیت کا انکار کرے یا حضرت مولی علی ؓ کے متعلق الوہیت (یعنی خدا ہونے) کا اعتقاد رکھے یا جبریل علیہ السلام کے وحی میں غلطی کرنے کا اعتقاد رکھے یا اس جیسے صریح کفر کا اعتقاد رکھے جو قرآن مجید کے مخالف ہو۔ (تو ایسے شخص کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔) (مرتب)

بدعقیدہ وہابیوں غیر مقلدین کے ساتھ شادی بیاہ کرنے سے بچنا واجب ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حنفی مذہب مرد، غیر مقلد لڑکی کے ساتھ عقد کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اہل ہوا و بدمذہب اشخاص کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے میں فقہاء نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ اگر ان کے اعتقادات کفر کی حد تک پہنچ گئے ہیں تو ان سے نکاح کرنا درست نہیں، ورنہ جائز ہے [1]۔ عالمگیریہ جلد ۱ کتاب النکاح میں ہے:

لا یجوز نکاح المجوسیات و لا الوثنیات الخ اس کے بعد ہے: و یدخل فی عبدۃ الاوثان عبدۃ الشمس و النجوم و الصور التی استحسنوھا و المعطلۃ و الزنادقۃ و الباطنیۃ و الاباحیۃ و کل مذہب یکفر بہ معتقدہ کذا فی فتح القدیر۔

غیر مقلدین جو محض ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکر ہیں چونکہ اہل سنت کے مخالف ہیں اس لئے ان کے ساتھ مناکحت کرنے سے احتراز مناسب ہے، جیسا کہ مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے فتاوی عزیزیہ کے صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے: انعقاد بایں فرقہ موجب مفاسد ہائے بسیار میگردد، مثل بد مذہب شدن اہل خانہ و اولاد و عدم موافقت صحبت وغیر ذلک پس احتراز از آں واجب است۔

واللہ اعلم بالصواب

---

[1] درست یہ ہے کہ باطل فرقوں سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں سے (چاہے انکی بدمذہبیت حد کفر کو پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو) نکاح کرنا ناجائز و حرام ہے۔ بدمذہبیت حد کفر کو پہنچنے کی صورت میں تو نکاح سرے سے باطل ہے (یعنی نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا) (مرتب)

وما اھل بہ لغیر اللہ [۱] کا صحیح مفہوم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکرے اور گائے وغیرہ جانور جو بتوں کے نام پر چھوڑے جاتے ہیں، شرعاً ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور حیدرآباد میں سید صاحب کے نام پر جو بکرے چھوڑے جاتے ہیں ان کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مذبوحہ جانور کے متعلق شرعاً ذبح کے وقت کی نیت کا لحاظ و اعتبار کیا گیا ہے۔ فتاوی ردالمحتار کی جلد ۵ صفحہ ۲۰۳ میں ہے: واعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح۔ [۲] بناء بریں اگر کوئی شخص جانور کو اس نیت سے ذبح کرے کہ اس کی جان فلاں بزرگ کے لئے لیتا ہوں اور ان بزرگ کو ازروئے تعظیم اسطرح جان قربان کئے جانے کا مستحق بھی جانتا ہے تو ایسا ذبح کیا ہوا جانور اگرچہ وہ اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے شرعاً حرام ہے۔

درمختار مطبوعہ برحاشیہ ردالمحتار کی جلد ۵ صفحہ ۲۰۳ میں ہے:

(ذبح لقدوم الامیر و نحوہ) کواحد من العظماء (یحرم) لانہ اھل بہ لغیر اللہ) "(ولو) وصلیة (ذکر اسم اللہ تعالیٰ علیہ)۔

---

[۱] ترجمہ: اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔

مسئلہ: جس جانور پر وقتِ ذبح غیر خدا کا نام لیا جائے خواہ تنہا۔ یا خدا کے نام کے ساتھ عطف سے ملا کر (مثلاً: بسم اللہ و محمد رسول اللہ) وہ حرام ہے۔ اور اگر نام خدا کے ساتھ غیر کا نام بغیر عطف ملایا (مثلاً: بسم اللہ محمد رسول اللہ) تو مکروہ ہے۔ اگر ذبح فقط اللہ تعالیٰ کے نام پر کیا اور اس سے قبل یا بعد غیر کا نام لیا مثلاً یہ کہا کہ عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کا دنبہ، یا جس کی طرف سے وہ ذبیحہ ہے اسی کا نام لیا، یا جن اولیاء کے لئے ایصال ثواب منظور ہے ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔ ماخوذ از حاشیہ کنزالایمان بحوالہ تفسیر احمدی

[۲] اور جان لو کہ ابتداء ذبح کے وقت کی نیت کا دارومدار ہے (مرتب)

اگر کوئی اس نیت سے ذبح کرے کہ اس جانور کی جان تو اللہ کے لئے لی جاتی ہے اور وہی جان کے نثار و قربان کئے جانے کا مستحق ہے مگر اس جانور کا گوشت فلاں بزرگ کی نیاز و ایصال ثواب میں صرف کیا جائے گا، یا اس سے فلاں شخص کی دعوت و ضیافت کی جائے گی، یا اس سے ولیمہ اداء ہوگا، یا اس کو بیچ کر نفع اٹھایا جائے گا اور بہ وقت ذبح اللہ کے نام کے سوا کسی کا نام بھی نہ لے تو ایسا ذبح کیا ہوا جانور شرعاً حلال ہے۔ درمختار میں اسی جگہ ہے:

(ولو) ذبح (للضيف لا) يحرم لانه سنة الخليل و اكرام الضيف اكرام الله تعالىٰ والفارق انه ان قدمها لياكل منها كان الذبح لله و المنفعة للضيف او للوليمة او للربح و ان لم يقدمها لياكل منها بل يدفعها لغيره كان لتعظيم غير الله فتحرم۔ تفسیر احمدی مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۵۲ میںہے: و من ههنا علم ان البقرة للاولياء كما هو الرسم فى زماننا حلال طيب لانه لم يذكر اسم غير الله وقت الذبح و ان كانوا ينذرونها له

پس صورت مسئولہ میں اگر جانور حسب تفصیل مذکور اللہ کے لئے ذبح کیا جائے، اور اس کے گوشت سے سید صاحب یا اور کسی بزرگ کی نیاز کی جائے اور ذبح کے قبل بھی اسی طریقہ سے سید صاحب کے نامزد رہے، تو ایسے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت حلال ہے۔

مشرکین ہنود کی نیت چونکہ بتوں کے نام سے ذبح کرنے کی ہوتی ہے اور وہ بتوں کو تعظیماً اس کا مستحق بھی جانتے ہیں جس سے ان کو بتوں کا تقرب منظور ہوتا ہے اور ان جانوروں کی جان بتوں کے لئے لینا یعنی بھینٹ چڑھانا اور ان کے نامزد کرنا اپنا فرض و موجب ثواب و نجات جانتے ہیں، اس لئے ان کا نامزد کیا ہوا جانور اگرچہ مسلمان کے ہاتھ سے اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے قطعاً حرام ہے، کیونکہ اس جانور کا مالک جو ہندو ہے اس کی نیت میں اس جانور کو دیوتا کے نامزد کرنے اور ذبح کرنے سے دیوتا کی تعظیم و تقرب منظور ہے۔

تفسیر احمدی کے صفحہ ۵۱ تفسیر ما اهل لغیر الله میں ہے:

معناه ذبح به لاسم غیر الله مثل لات و عزی واسماء الانبیاء و غیر ذلك

اور صفحه ۳۰۴ تفسیر ما ذبح علی النصب میں ھے: ای حرم علیکم ما ذبح للاصنام او ذبح مسمی علی الاصنام و هکذا ذکر فی الحسینی۔

واللہ اعلم بالصواب

پیران پیر غوث اعظم یا کسی ولی کی نیاز کے لئے بکرا خریدنا اور نیاز کرنا کیسا؟

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص بکرا محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ یا اور کوئی ولی کی نیاز کے واسطے خریدا وہ حرام ہو گیا اور اس کی مثال میں لکھا ہے کہ کتے کو اگر بسم اللہ پڑھکر کاٹیں تو حلال نہیں ہوتا ہے اسی طرح اگر اللہ کے سوا کسی ولی کی نیاز کے واسطے خرید کر ذبح کریں تو حلال نہیں ہوتا یہ بات کہاں تک درست ہے؟

الجواب

مذبوحہ جانور کے متعلق شرعاً ذبح کے وقت کی نیت کا لحاظ واعتبار کیا گیا ہے فتاوی ردالمحتار کے جلد(۵) ص ۲۰۳ میں ہے، واعلم ان المدار علی القصد عند ابتدأ الذبح: بنابریں اگر کوئی شخص جانور کو اس نیت سے ذبح کرے اس کی جان فلاں بزرگ کے لئے لیتا ہوں اور ان بزرگ کو ازروئے تعظیم اسطرح جان قربان کئے جانے کا مستحق بھی جانتا ہے تو ایسا ذبح کیا ہوا جانور اگرچہ وہ اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے شرعاً حرام ہے درالمختار مطبوع برحاشیہ ردمحتار کے جلد(۵) ص ۲۰۳ میں ہے (ذبح لقدوم الامیرو نحوہ) کواحد من العظام (یحرم) لانہ اهل بہ لغیر اللہ (ولو) وصلیة (ذکر اسم اللہ تعالی علیہ) اور اگر کوئی اس نیت سے ذبح کرے کہ اس جانور کی جان اللہ کے نام پر لی جاتی ہے اور وہی اس جان کے نثار وقربان کئے جانے کا مستحق ہے مگر اس جانور کا گوشت فلاں بزرگ کی نیاز وایصال ثواب میں صرف کیا جائیگا اس سے فلاں شخص کی دعوت وضیافت کی جائیگی یا اس سے ولیمہ ادا ہوگا یا اسے بیچ کر نفع اٹھا یا جائیگا اور بوقت ذبح اللہ کے نام کے سوا کسی کا نام بھی نہ لے تو ایسا ذبح کیا ہوا جانور شرعاً حلال ہے درمختار میں اسی جگہ:

(ولو) ذبح (للضیف لایحرم لانہ سنة الخلیل واکرام الضیف اکرام

اللہ تعالی والفارق انہ ان قدمھا لیاکل منھا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف اوللولیمۃ وان لم یقدمھا لیأکل منھا بل یدفعھا لغیرہ کان لتعظیم غیراللہ فتحرم

تفسیر احمدی مطبوعہ بمبئی کے ص ۵۲ میں ہے،
ومن ھھنا علم ان البقرۃ للاولیاء کماھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا لہ

پس صورت مسئلہ میں اگر جانور حسب تفصیل سابق اللہ کے لئے ذبح کیا جائے اور اسکے گوشت سے محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ یا کسی بزرگ کی نیاز کی جائے اور اسی نیت سے خرید ابھی جائے تو ایسے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت حلال ہے اور صاحب کتاب کی تحریر ان معتبر کتب کے مقابل قابل لحاظ نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

سنت نبوی کے مخالف وفاسد اعتقادات پر مشتمل اور باطل مذاہب کے علوم حاصل کرنا حرام ہے [ا]

الاستفتاء

علم منطق وحکمت جس کے اصول دین کے خلاف ہیں، اور جس کے موجدین ملحدین یونان ہیں اوراس کا ترجمہ عربی میں کیا گیا ہے، آیا اس علم کا عربی زبان میں پڑھنا یا مدرسین سے پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس مدرسے میں ایسے علوم پڑھائے جاتے ہیں اس کی مدد کرنا یا لوگوں کو تعاون کی نسبت رغبت دینی جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب

جو علوم کہ سنت نبوی کے مخالف ہیں، اور جن سے انسان کے ذہن میں اعتقاداتِ فاسدہ اور مذاہب باطلہ کے تائید ثابت ہوتی ہے، ایسے علوم کا پڑھنا، پڑھانا، یا لکھنا، سننا، یا اس کی تائید کرنا بالکل ناجائز وحرام ہے۔ جامع الرموز طبع کشوری کے صفحہ ۴۴۲ میں تحفۃ المسترشدین سے منقول ہے:

انه لا يجوز ان يعلم يتعلم و يستمع و يكتب كل علم ضد للسنة كالنجوم و نقص للدين كأقاويل يتفرد بها الفلاسفة او تقرير للدين الباطل و المعتقد الفاسد

بنابریں فلسفہ کا وہ حصہ جس میں حکماء نے توحید باری تعالی کے متعلقات سے بحث کی ہے ان لوگوں کے لیے جن کو ان اقوال کے دیکھنے کے بعد انکے عقائد اسلامی میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے قطعاً حرام ہے۔

[ا] بطور استفادہ مذکورہ علوم کو حق جان کر حاصل کریں تو اس کے ناجائز وحرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ البتہ علماء دین ان علوم کو اس لئے حاصل کریں کہ ان کو پڑھ کر مخالفین کا رد کیا جائے انھیں جواب دیا جائے تو بالکل جائز ہے بلکہ باطل مذاہب کا رد کرنا اہم فرائض میں سے ہے۔ (مرتب غفرلہ)

امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں اس کی تصریح کی ہے کہ فلسفہ کوئی مستقل علم نہیں ہے بلکہ اس کے چار جزو ہیں جس میں ہندسہ وحساب بھی ایک جزو ہے اور منطق دوسرا جزو ہے، یہ دونوں علم کلام میں شریک ہیں، بقدر ضرورت ان کا سیکھنا ان لوگوں کے لئے درست ومباح ہے جن کو ان کے سیکھنے کے بعد اپنے عقائد دینیہ میں کسی قسم کا خلل واقع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔

فتاوی شامی جلد ا صفحہ ۳۱ میں ہے:

(قوله والفلسفة) هو لفظ يوناني و تعريبه الحكم المموهة اى مزينة الظاهر فاسدة الباطن كالقول بقدم العالم و غيره من المكفرات و المحرمات وذكر فى الاحياء انها ليست علما برأسها بل هى اربعة اجزاء احدها الهندسة والحساب و هما مباحان و لا يمنع منهما الا من يخاف عليه ان يتجاوزهما الى علوم مذمومة و الثانى المنطق وهو بحث عن وجه الدليل و شروطه وهما داخلان فى علم الكلام

پس جبکہ بقدر ضرورت علوم حکمیہ کا پڑھنا درست اور مباح ہے تو، اس کو مدرسوں کے ذریعہ تعلیم دلوانا اور اس مدرسہ کی جہاں اسی قدر تعلیم ہوتی ہے تائید کرنا بھی درست ہے۔ کیونکہ امر مباح کی تائید بھی مباح ودرست ہے۔

البتہ علوم فلسفہ کو اس حد تک پڑھنا کہ جس میں پڑھنے والے کے عقائد بگڑتے اور اسلام کے منافی اصول ذہن نشین ہوجاتے ہیں حرام وکفر ہے۔

درمختار برحاشیہ ردالمحتار جلد ا صفحہ ۳۱ میں ہے:

وحراما و هو علم الفلسفة والشعبذة و التنجيم و الرمل وعلوم الطبائعيين والسحر والكهنة

فتاوی عالمگیریہ جلد ۵ صفحہ ۳۷۸ میں ہے:

وعلم يجب الاجتناب عنه وهو السحر وعلم الحكمة والطلسمات

پس ان معتقدات کے موافق اعتقاد رکھنے والا شرعاً کافر ہے، اور جن مدارس میں ان کی اس طریقہ پر تعلیم دی جاتی ہے ان کی تائید کرنی حرام ہے اور تائید کرنے والا عنداللہ گنہگار رہے، کیونکہ کفر وحرام کی تائید بھی شرعاً کفر وحرام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

رؤیت باری تعالیٰ خواب میں ممکن ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خواب میں ایک نوجوان لڑکے کو تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر حاضرین سے استفسار کیا کہ یہ کون ہے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ یہ خداوندِ عالم ہے۔ کیا ازروئے شریعت اس کا بیان درست ہے، اور خداوند عالم کی رؤیت خواب میں اس طرح ہوسکتی ہے؟

الجواب

خداوند عالم کو خواب میں دیکھنا ایک قسم کا مشاہدہ ہے جو بزرگان دین واولیاء متقین کو بذریعہ قلب ہوا کرتا ہے۔ شرح عقائد نسفی کے بیان رؤیت میں ہے:

و اما الرؤیة فی المنام فقد حکیت عن کثیر من السلف ولا خفاء فی انہا نوع مشاہدۃ یکون بالقلب دون العین

شرح فقہ اکبر کے بیان رؤیت میں ہے:

وقد روی عن کثیر من السلف فی ھذا المقام و ھو نوع مشاھدۃ یکون بالقلب الکرام فلا وجہ للمنع عن ھذا المرام مع انہ لیس باختیار احد من الانام

تفسیر روح البیان جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ میں ہے:

ولاخفاء فی ان الرؤیۃ فی المنام نوع مشاھدۃ یکون بالقلب دون العین

شرح مقاصد کے بیان رؤیت میں ہے:

و اما الرؤیۃ فی المنام فقد حکی القول بہا عن کثیر من السلف

رؤیت باری کے متعلق اکثر علماء متقدمین کا یہ قول ہے کہ بلا کیفیت و بلا جہت و بلا ہیئت و بلا مقابلہ و بلا خیال و بلا مثال اس مشاہدہ ورؤیت کا عالم خواب میں ہونا جائز ہے، اور حدیث رأیت ربی فی المنام البارحۃ اور روایات سلف صالحین یعنی امام اعظم و امام احمد و بایزید بسطامی و احمد بن خضرویہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالی اس کی دلیل ہے۔ شرح فقہ اکبر کے بیان رؤیت میں ہے:

فالاکثرون علی جوازهامن غیر کیفیة وجهة و هیئة ایضا فی هذا المرام فقد نقل ان الامام ابا حنیفة رحمه الله تعالی قال رأیت رب العزة فی المنام تسعا و تسعین مرة ثم رأه مرة اخری تمام المائة -وقصتها طویلة لا یسعها هذا المقام و نقل عن الامام احمد رحمه الله انه قال رأیت رب العزة فی المنام فقلت یا رب بم یتقرب المتقربون الیك قال بکلامی یا احمد قلت یا رب بفهم او بغیر فهم قال بفهم او بغیر فهم - وقد ورد عنه علیه السلام انه قال رأیت ربی فی المنام

فتح العلی المالک طبع مصر کے صفحہ ۳۷ میں ہے:

قال الشیخ ابراهیم اللقانی فی شرحه الکبیر علی جوهرته اختلف فی رؤیة الله تعالی فی المنام و معظم المثبتین للرؤیة فی الدنیا علی جوازها من غیر کیفیة وجهة

اتحاف السادۃ شرح احیاء العلوم کی جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ میں ہے:

وجوّزها بعض اصحابنا بلا کیفیة وجهة و مقابلة و خیال و مثال کما عرفناه فی الیقظة تمسکا بما روی عن النبی ﷺ رأیت ربی فی المنام البارحة و تشبثا بالمحکی عن السلف فانه روی عن ابی یزید انه قال رأیت ربی فی المنام فقلت کیف الطریق الیك فقال اترك نفسك و

تعالٰی ورأی احمد بن خضرویہ ربہ فی المنام فقال یا احمد کل الناس یطلبون منی الا ابا زید فانہ یطلبنی - وروی عن احمد الزیات و ابی الفوارس شاہ بن شجاع الکرمانی و محمد بن علی الترمذی و العلامۃ شمس الائمۃ الکردری رحمہم اللہ تعالٰی انہم رأوہ فی المنام-

حالت خواب میں خداوند عالم کو کسی مجسم چیز کی شکل میں دیکھنا فی الحقیقت خداوند عالم کی رؤیت نہیں ہے، کیونکہ خداوند عالم صفات اجسام واختلاف احوال سے منزہ ہے۔

فتح العلی المالک کے صفحہ ۳۷ میں ہے:

ونقل القاضی عیاض ان العلماء اتفقوا علی جواز رؤیۃ اللہ تعالٰی فی المنام و صحتھا و ان راہ الانسان علی صفۃ لا تلیق بجلالہ من صفات الاجسام کان ذلک المرئی غیر ذات اللہ تعالٰی اذ لا یجوز علیہ سبحانہ و تعالٰی التجسم و لا اختلاف الاحوال-

اور جن احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کو جوان کی صورت میں دیکھنا یا اچھی صورت میں دیکھنا مذکور ہے ان میں سے بصورت جوان دیکھنے کی حدیث تو چونکہ صحاح میں مذکور نہیں ہے اس لئے اس کی صحت میں کلام کیا گیا ہے، اور بر تقدیر صحت اس کی تاویل اس طرح کی گئی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رؤیت کے وقت جوان کی صورت میں تھے۔

فتح العلی المالک کے صفحہ ۳۶ میں ہے:

والحدیث المذکور ان صح یؤوّل بتقدیر مضاف ای ملک ربی او جعل فی صورۃ شاب حالا من تاء رأیت ای حال کونی فی صورۃ شاب۔

اور اچھی صورت میں دیکھنے کی حدیث حسن صحیح ہے جس کی امام ترمذی وامام احمد نے روایت کی ہے، چنانچہ مشکاۃ شریف کتاب الصلاۃ باب المساجد ومواضع الصلاۃ کی مطول حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے:

"انی قمت اللیل فتوضأت و صلیت ما قدر لی فنعست فی صلاتی حتی استثقلت فاذا انا بربی تبارك و تعالی فی احسن صورة"

اس حدیث شریف کی تاویل بھی اگر اسی طرح کی جائے یا ''صورت'' صفت کے معنی میں لی جائے تو ممکن ہے۔ قطع نظر اس تاویل کے رسول اللہ ﷺ کا خداوند عالم کو کسی مخلوق کی صورت میں دیکھنا، رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات سے ہوسکتا ہے جس میں آپ کے سوا کسی اور کی مداخلت نہیں ہوسکتی۔ شرح فقہ اکبر کے بیان رؤیت میں ہے:

وقد ورد عنه علیه السلام انه قال "رأیت ربی فی احسن صورة - و فی روایة: فی صورة شاب" فقال الامام الرازی فی تأسیس التقدیس لیس یجوز ان یری النبی ربّه فی المنام فی صورة مخصوصة من الانام۔

حاصل یہ کہ حالت خواب میں خداوند عالم کو متقین اولیاء کرام ہی دیکھا کرتے ہیں اور وہ رؤیت بھی بلا کیفیت و جہت ہوا کرتی ہے۔ ان کے سوا اگر کوئی گنہگار غیر متشرع اس رؤیت کا دعوی کرے تو محض لغو و جھوٹ ہے۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں کسی انسان کو دیکھے اور معلوم ہو کہ یہ خداوند عالم ہے تو فی الحقیقت یہ رؤیت الہی نہیں ہے بلکہ یہ اور خوابوں کی طرح گذشتہ یا آئندہ واقعات کے متعلق خداوند عالم کی جانب سے آئی ہوئی کوئی خبر ہے، ایسے خواب دیکھنے والے کو چاہئے کہ علمائے تعبیر سے اس کی تعبیر دریافت کرے۔

فتح العلی المالک کے صفحہ ۳۷ میں ہے:

هذا ان ادعاه من هو من اهلها كولی یوثق به و یکون ذلك مخصصا للعمومات مثل قوله تعالی "لا تدركه الابصار" و اذا قبل خبر الولی فی الكرامة الخارقة للعادة المخصصة للعمومات القطعیة فاولی فی تخصیص العموم الظنی و اما ان ادعاه من لیس من اهلها كالعاصی و

المقصر فانه يكذب هذا كله اذا راه تعالى على ما يليق بجلاله و كماله كما يرى فى الاخرة و اما رؤيته تعالى على ما يستحيل عليه تعالى كرؤيته على صورة رجل يتقاضى من الرائى امرا او يأمره بأمر او ينهاه عن شر و يقول "انا الله لا اله الا انا فاعبدنى" فهو ايضا جائز و تكون رؤيا تأويل فتدل على ما كان و سيكون كغيرها من الرؤيات فيسأل عن تعبيرها و يجب ان يعلم الرائى ان مرئيه امر وارد من الله تعالى و خلق من خلقه على امر من الامور۔ و اطلاق اسم الله على مرئيه مجاز كاطلاقه فى حديث " ينزل ربنا الى السماء الدنيا" على ملك حامل امره او رحمته تعالى۔ انتهى۔

واللہ اعلم بالصواب

انبیائے کرام واولیاء کرام سے مدد طلب کرنا جائز ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انبیاء اور اولیاء سے ان کے حین حیات اور بعد مماتت توسل واستغاثہ یعنی کسی کام کے پورا کرنے میں ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عبدالقادر شیئاً للہ کہنے کے متعلق کیا حکم ہے ہم نے بعض مشائخین کو ذکر میں لا الہ الا اللہ عبدالقادر شیئاً للہ کہتے سنا ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں بینوا تو جروا

الجواب

انبیاء اور اولیاء سے ان کے حین حیات وبعد ممات [۱] توسل [۲] واستعانت واستغاثہ جائز ہے کیونکہ کرامت بعد الموت کا منکر فاسد الاعتقاد بلکہ اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے (عبدالقادر شیئاً للہ) اگر اس معنی سے کہا جائے کہ خدائے تعالیٰ محتاج ہے اور اس کے لئے عبدالقادر (رضی اللہ عنہ) سے کوئی چیز طلب کی جارہی ہے تو بیشک اس کے کلمہ کفر ہونے میں کچھ کلام نہیں مگر اس سے عوام الناس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا بلکہ حسنِ اعتقاد سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ توسل اور استمداد [۳] کیا جائے جس کے یہ معنی ہیں کہ یا عبدالقادر اعطنی شیئاً للہ یعنی اے عبدالقادر (رضی اللہ عنہ) اللہ کے لئے مجھے کچھ دیجئے پس اس معنے کے لحاظ سے عبدالقادر شیئاً للہ کہنا نہ کفر ہے نہ حرام۔

لا الہ الا اللہ عبدالقادر شیئاً للہ یہ دو جملے ہیں ہر ایک اپنے اپنے صحیح معنے پر دلالت کرتا ہے یعنی لا الہ إلا اللہ توحید پر اور عبدالقادر شیئاً للہ توسل واستغاثہ پر، اس

---

[۱] ظاہری وصال کے بعد

[۲] وسیلہ طلب کرنا اور مدد طلب کرنا

[۳] مدد طلب کرنا

لئے یہ کہنا بھی نہ کفر ہے نہ حرام، مگر اس ترکیب سے چونکہ یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ عبد القادر شیئاً للہ بجائے محمد رسول اللہ کے کہا گیا ہے اس لئے ایسے الفاظ منہ سے نکالنے میں احتیاط کرنا بہتر ہے۔

علامہ رملی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی کے ص ۳۸۲ میں اور علامہ شوبری شرح المنہج کے ص ۵۱۷ میں لکھتے ہیں،

ویجوز التوسل إلى الله تعالى والإستغاثة بالانبياء والمرسلين والعلماء والصالحين فى حياتهم وبعد مماتهم لأن معجزات الأنبياء وكرامات الأولياء لا تنقطع بموتهم أما الأنبياء فلأنهم احياء فى قبورهم ويصلون ويحجون كما وردت الأخبار وتكون الإغاثة منهم معجزات لهم والشهداء أحياء عند ربهم شوهدو انهاراً يقاتلون الكفار، وأما الأولياء فهى كرامة لهم ويقع من الأولياء بقصد وبغير قصد فى حياتهم وبعد مماتهم امور خارقة للعادة يجريها الله بسببهم والدليل على جوازها انها امور ممكنة لايلزم من جوازها وقوعها محال وبالجملة ماجاز أن يكون معجزة لنبى جاز أن يكون كرامة لولى ولا فارق بينهما إلا التحدى انتهى۔

علامہ رملی لکھتے ہیں کہ

وكرامات الأولياء مشاهدة لا ننكرها والذى نعتقده وندين به ثبوتها فى حياتهم و بعد مماتهم ولا تنقطع بموتهم و منكرها يخشیٰ عليه من سوء الخاتمة

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں: ولا ینکر الکرامة بعد الموت الا فاسد الإعتقاد انتهٰی [1]

امام تقی الدین سبکی شفاء السقام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھتے ہیں:

نحسن التوسل والإستغاثة بالنبی ﷺ إلى ربه وأيضاً يجوز التوسل بسائر عباد الله الصالحين والقول بالخصوص بالنبی ﷺ قول بلا دليل۔

اور مکہ معظّمہ کے مفتی شافعیہ علامہ سید احمد زینی دحلان اپنی کتاب درر سنیہ کے ص ۳۳ میں لکھتے ہیں:

والسلف والخلف من أهل مذاهب الأربعة استحبوا للزائر أن يقول تجاه القبر الشريف يارسول إنى جئتك مستغفرا من ذنبى مستشفعاً بك إلى ربى

اسی صفحہ میں ہے

وذكر الفقهاء فى أداب السفر أن المسافر إذا انفلتت دابته بأرض ليس بها أنيس فليقل يا عباد الله احسبها. واذا ضل شيئاً وأراد عوناً فليقل يا عباد الله أعينونى أو اغيثونى فان لله عباداً لا نراهم

ردالمحتار کے ص ۳۱۷ جزء ثالث میں ہے

وفى شرح الوهبانيه بدرويش درويشان كفر بعضهم وصحيح ان لا كفروهو المحرر وكذاقول شيئاً لله قيل بكفره و يا حاضر و يا ناظر ليس بكفر (قيل بكفره) لعل وجهه انه طلب شيئاً لله تعالى غنى من كل

---

[1] ترجمہ: وصال کے بعد کرامات کا انکار سوائے فاسد الاعتقاد (یعنی بدعقیدہ) کے کوئی نہیں کرتا۔ (اولیاء اللہ کے وصال فرمانے کے بعد بھی ان سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے)

شئی والکل مفتقر ومحتاج إلیه وینبغی ان یرجح عدم التکفیر فانه یمکن ان یقول أردت ان طلب شیئاً إکراما للہ تعالیٰ انتهی۔

علامہ شیخ داؤد صلح الاخوان کے ص ۹۴ میں لکھتے ہیں

وقال الشیخ خیر الدین الرملی الحنفی فی الفتاوی و اماقولهم یا عبدالقادر فهو نداء واذا اضیف الیه شیئاً لله فهو طلب شئی اکراماً لله فما الموجب لحرمته اور اسی کتاب میں ہے ومعنی شیئاً لله علی ما سمعت من یقولها من العوام ایها المنادی اعطنی شیئاً لله ای لا جل الله کما یقول السائل فمن یسئله اعطنی درهماً لله ای کرامة لله۔

بغیۃ المسترشدین ص ۳۲۰ باب الرد علی اهل البدع میں ہے

سئل السید عمر البصری عن قول الشیخ یافلان الخ فأجاب قول العامة یافلان شیئاً لله غیر عربیه لکنها من مولدات اهل العرف ولم یحفظ لأحد من الائمة نص فی النهی عنها ولیس المراد بها فی اطلاقهم شیئاً یستدعی مفسرة الحرام أو المکروه لأنهم انما یذکرونها استمداداً وتعظیماً لمن یحسنون فیه الظن... انتهی

اسی صفحہ میں ہے

ینبغی تنبیه العوام علی الفاظ تصدر منهم تدل علی الفلاح فی توحیدهم فیجب ارشادهم واعلامهم بأن لانافع ولاضار إلا الله تعالیٰ لایملك غیره لنفسه ضاراً ولانفعاً الا بارادة الله تعالیٰ انتهی

درر سنیہ کے ص ۱۵ میں ہے

ينبغي ان يكون التوسل بالأدب وبألفاظ التى ليس فيها ايهام كان يقول المتوسل " اللّهم انى أسئلك وأتوسل إليك بنبيك محمد ﷺ وبالأنبياء قبله وبعبادك الصالحين ان تفعل بى كذا و كذا ، مع ان تلك الألفاظ الموهمة لتاثير غيرالله تعالىٰ يمكن حملها على المجاز من غير احتياج الى التكفير للمسلمين وذلك المجاز مجاز عقلى شائع معروف عند أهل العلم ومستعمل على السنة جميع المسلمين وارد فى الكتاب والسنة فالمسلم الموحد متى صدر منه اسناد لغير من هو له يجب حمله على المجاز العقلى والاسلام والتوحيد قرينة على ذالك المجاز كما نص على ذالك علماء المعانى فى كتبهم واجمعوا عليه ولاوجه لكونه شركًا ولا لكونه محرّمًا۔"

واللہ اعلم بالصّواب

اسلام اخلاق کی وجہ سے زیادہ پھیلا یا معجزات اور جہاد کی وجہ سے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اسلام اخلاق کی وجہ سے زیادہ پھیلا؟ یا معجزات اور جہاد کی وجہ سے؟

الجواب

''معجزہ'' شریعت میں ایسے خلاف عادت وغیر معمولی کام کا نام ہے جو انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے ثبوت میں منکرین کو عاجز اور قائل کرنے کے لئے، یا مؤمنین پر فضل وکرم کی خاطر انبیاء علیہم السلام سے صادر ہوتا ہے، اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ شرح مقاصد جلد ثانی صفحہ ۱۳ میں ہے: والمعجزة فی العرف امر خارق للعادة مقرون بالتحدی مع عدم المعارضة قرآن شریف اور اخبار عن الغیب کے سوا معجزات کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظہور میں آئے ان میں سے بعض تو ''ارہاصیہ'' تھے جو آپ کے دعوائے [1] نبوت کے پہلے ظاہر ہوئے، اور بعض ''تصدیقیہ'' تھے جو بعد اعلان نبوت تصدیق کے لئے ظاہر ہوئے۔ یہ جملہ معجزات تین قسم کے تھے، ایک تو وہ جو آپ کی ذات مبارک میں ثابت تھے۔ دوسرے وہ جو آپ کی صفات سے متعلق تھے۔ تیسرے وہ جو ذات وصفات سے خارج تھے: آپ کے نور کا آپ کے آباء واجداد میں منتقل ہوتے ہوئے آنا، اور آپ کا باختنہ ناف کٹی ہوئی پیدا ہونا، اور طویل القامت اشخاص کے مقابل آپ کے قد کا طویل ہوجانا اور متوسط القامت اشخاص کے مقابل متوسط ہوجانا، اور مہر نبوت کا آپ کی پشتِ مبارک کے اوپری حصہ پر ہونا، یہ سارے معجزات آپ کی ذات سے متعلق تھے۔ اور آپ کا صدق، امانت، عفت، شجاعت، فصاحت، سماحت، زہد، تواضع، شفقت وصبر وغیرہ مکارم اخلاق میں اعلی درجہ پر ہونا یہ معجزات آپ کی صفات سے متعلق تھے۔ اور کسری کے

---

[1] اعلانِ نبوت

ایوان کے کنگروں کا گرنا، اور ابر کا آپ پر سایہ فگن ہونا، اور چاند کا انگشت مبارک کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جانا، اور اُستُن حنّانہ کا آپ کے فراق میں رونا، انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا وغیرہ بے شمار و بے حساب معجزات یہ تمام آپ کی ذات وصفات سے خارج تھے۔ شرح مقاصد جلد ثانی کے صفحہ ۱۳۸ میں ہے:

من انواع المعجزات افعال ظهرت منه عليه السلام على خلاف العادة تربي على الالف قد فصلت فی دلائل النبوة بعضها ارهاصية ظهرت قبل دعوى النبوة و بعضها تصديقية ظهرت بعدها- و تنقسم الى امور ثابتة فی ذاته و امور متعلقة لصفاته و امور خارجة عنهما . فالاول كالنور الذی كان يتقلب فی آبائه الى ان ولد و كولادته مختونا مسرورا واضعا احدى يديه على عينيه و الاخرى على سوءته و ما كان من خاتم النبوة بين كتفيه و طول قامته عند الطويل و وساطته عند الوسيط و رؤية من خلفه كما كان يرى من قدامه. و الثانی كاستجماعه الغاية القصوى من الصدق و الامانة و العفاف و الشجاعة والفصاحة والسماحة والزهد و التواضع لاهل المسكنة و الشفقة على الامة والمصابرة على متاعب النبوة و المواظبة على مكارم الاخلاق و كبلوغه النهاية فی العلوم و المعارف الالهية و تمهيد المصالح الدينية و الدنيوية و ككونه مجاب الدعوة على ما دعا لابن عباس رضی الله تعالى عنهما بقوله "اللهم فقهه فی الدين" فصار امام المفسرين و دعا على عتبة بن ابی لهب بقوله " اللهم سلط عليه كلبا من كلابك" فافترسه الاسد و على مضر بقوله "اللهم اشدد وطأتك على مضر و اجعل عليهم سنين كسنی

یوسف" فمنع الله المطر منهم سنين و على من لحقه من الكفار حين خرج من الغار بقوله "يا ارض خذيه" فساخت قوائم فرسه" و الثالث كخرور الاوثان سجدا ليلة ولادته و سقوط شرف قصور الاكاسرة و اظلال السحاب عليه و كانشقاق القمر و انقلاع الشجر و تسليم الحجر و نبوع الماء بين اصابعه الى ان رؤيت الجنود و دوابهم و شبع الخلق الكثير من طعامه اليسير و حنين الجذع فى مسجد المدينة حين انتقل منه الى المنبر و شكاية النوق عن اصحابها و شهادة الشاة المشوية يوم خيبر بانها مسمومة و درور الضرع من الشاة اليابسة الجرباء لام معبد حين مسح يده عليها و خطاب الذئب وهب ابن اوس بقوله أ تعجب من اخذى شاةً! هذا محمد يدعو الى الحق فلا تجيبونه و تسبيح الحصى و غير ذلك مما لا يعد و لا يحصى-

تاریخ خمیس کی جلد اول صفحہ ۲۵۱ میں ہے:

و من معجزاته احياء الموتى باذن الله و اسماع الاصم و رد الشمس و قلب الاعيان والاطلاع على الغيب وظل الغمام و ابراء الآلام كذا ذكره المغلطائى فى السيرة-ومعجزاته ﷺ اكثر من ان يحضرها كاتب او يجمعها ديوان كما ذكره اليعمرى فى السيرة-

پس جبکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ بھی منجملہ معجزات کے ایک معجزہ ہیں، اور آپ کے معجزات اس قدر بے گنتی ہیں کہ جس کو نہ کوئی یاد رکھ سکتا ہے اور نہ قلمبند ہو سکتے ہیں۔ اور معجزہ شریعت میں ایسے خلاف عادت کام کا نام ہے جو لوگوں کو قائل کرنے اور نبوت کے ثبوت میں پیش

کیا جاتا ہے، تو محض ایک معجزہ اخلاق کو باقی تمام معجزات کے مقابل اسلام کے پھیلانے اور شائع کرنے میں کسی طرح فضیلت وترجیح نہیں ہوسکتی۔

کفار کے ایمان قبول کرنے کے لئے اخلاق نبویہ بفحوائے آیت کریمہ "اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ"[1] نزول آیت جہاد تک زیادہ برتے گئے۔ اس کے بعد جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو پھر تلوار سے کام لیا گیا، اور جو نرمی ومروت ضرورت سے زیادہ کفار کے ساتھ برتی جاتی تھی وہ ان کی کج فہمی اور شرارت کے سبب آیت جہاد سے ختم کر دی گئی۔ اور جبکہ جہاد کی بدولت آں حضرت ﷺ کی حین حیات تمام عرب مشرف باسلام ہو گئے تھے اور آپ کے بعد بھی جہاد ہی بے شمار فتوحات اور شرق سے غرب تک اسلام پھیلانے کا باعث رہا، تو پھر یہ کسی طرح نہیں کہا جا سکتا کہ محض اخلاق ازدیاد اسلام کا باعث ہیں ان کے مقابل دیگر معجزات وجہاد اسلام کے شائع کرنے میں زیادہ کارگر نہیں ہوئے۔

آں حضرت ﷺ کی حین حیات جب تک کہ آیت جہاد کا نزول نہیں ہوا دلائل واضحہ و معجزات سے اگرچہ لوگ مشرف باسلام ہوتے رہے، مگر اکثر ساکنانِ ملک عرب کو یہ انتظار تھا کہ آپ کو قبیلہ قریش پر اگر فتحمندی حاصل ہو اور شہر مکہ آپ کے زیر فرمان ہو جائے تو پھر سب مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب جہاد کا حکم نازل ہوا اور جہاد سے حرم کعبہ کے کفار پر آپ کو فتح نصیب ہوئی اور تمام عرب کے کفار فوج درفوج اسلام قبول کرنے لگے، تب چاردانگ عالم پر یہ ثابت کرا دیا گیا کہ خانۂ کعبہ پر سوائے للٰہی فوج کے کوئی مدعی کاذب و دنیادار حاکم مسلط نہیں ہوسکتا۔

مشکوۃ شریف کی کتاب الصلاۃ باب الامامۃ میں بخاری شریف سے منقول ہے:

---

[1] ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ (کنز الایمان) ﴿النحل: ۱۲۵﴾

عن عمرو بن سلمة قال كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ ، وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ : مَا لِلنَّاسِ، مَا لِلنَّاسِ؟ مَا هَذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُونَ : يَزْعُمُ أَنَّ اللهَ أَرْسَلَهُ، أَوْحَى إِلَيْهِ، أَوْ: أَوْحَى اللهُ بِكَذَا ، فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذَلِكَ الكَلَامَ ، فَكَأَنَّمَا يعزى فِي صَدْرِي ، وَكَانَتِ العَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلاَمِهِمُ الفَتْحَ ، فَيَقُولُونَ : أُتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ ، فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ ، فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ الفَتْحِ ، بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلاَمِهِمْ ، وَبَادر أَبِي قَوْمِي بِإِسْلاَمِهِمْ ،

تفسیر کبیر میں سورہ اذا جاء نصر اللہ کی تفسیر میں ہے:

عن الحسن انه قال لما فتح رسول الله ﷺ مكه اقبلت العرب بعضها على بعض فقالوا اذا ظفر باهل الحرم وجب ان يكون على الحق و قد كان الله اجارهم من اصحاب الفيل و كل من ارادهم بسوء ثم اخذوا يدخلون فى الاسلام افواجاً من غير قتال-

پس صورت مسئولہ میں اخلاق کے سواء دیگر معجزات اور جہاد کو اسلام کی اشاعت میں زیادہ دخل ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

انبیاء کرام کے بعد مخلوق میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو حضرات طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا کہ خلیفہ اول ہیں ویسے ہی ان کی فضیلت بھی دیگر تمام صحابہ بشمول خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر ثابت ہے۔ جو حضرات یہ طریقہ قادریہ یا چشتیہ میں بیعت رکھتے ہیں ان کا بیان ہے کہ ہر چہار صحابہ کبار رضی اللہ عنہم فضیلت میں برابر ہیں، اصحاب اربعہ میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، کیونکہ ہر چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثل آفتاب کے ہیں، البتہ خلافت علی الترتیب ہے۔ لہذا استدعاء ہے کہ احادیث وروایات سے کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بسبب خلیفۂ اول ہونے کے ہر سہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ثابت ہے؟ یا چاروں صحابہ خلفائے راشدین فضیلت میں برابر ہیں؟

الجواب

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اور انبیاء ورسل علیہم السلام) کے بعد سب سے افضل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، آپ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان ذی النورین رضی اللہ عنہ ان کے بعد علی مرتضی رضی اللہ عنہ یہی عقیدہ ہمارے تمام اسلاف کا چلا آرہا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارے اسلاف ہم سے زیادہ عالم اور عقائد اسلامیہ سے واقف تھے ان کا اس طرح کا عقیدہ رکھنا ہرگز بلا دلیل نہیں ہوسکتا۔ علامہ تفتازانی کی شرح عقائد امام نسفی مطبوعۂ یوسفی کے صفحہ ۱۰۷ میں ہے:

(وافضل البشر بعد نبینا ابو بکر الصدیق) الذی صدق النبی علیه السلام فی النبوة من غیر تلعثم و فی المعراج بلا تردد (ثم عمر

الفاروق) الذی فرق بین الحق و الباطل فی القضایا و الخصومات (ثم عثمان ذو النورین) لأن النبی علیه السلام زوجه رقیة و لما ماتت رقیة زوجه ام کلثوم ولما ماتت قال لو کانت عندی ثالثة لزوّجتکها (ثم علی المرتضی) من عباد الله و خلص اصحاب رسول الله ﷺ علی هذا و جدنا السلف و الظاهر انه لو لم یکن لهم دلیل علی ذلك لما حکموا بذلك[1]

پس از روئے فتوی تمام اہل سنت و جماعت پر سلف کے عقیدہ کی طرح اپنا عقیدہ رکھنا لازم ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

---

[1] اور ہمارے نبی حضور سرور کائنات ﷺ (اور انبیاء کرام علیہم السلام) کے بعد انسانوں میں سب سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے جنہوں نے نبوت و معراج میں حضور اقدس ﷺ کی تصدیق بغیر کسی توقف اور تردد کے کی ہے۔ پھر سب سے افضل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے معاملات اور مقدمات میں حق و باطل کے درمیان فرق پیدا کیا ہے۔ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ افضل ہیں کیوں کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنھا کی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کی، اور جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنھا جاں بحق ہو گئیں (یعنی وصال فرما گئیں) تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے (اپنی دوسری صاحبزادی) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنھا کی شادی کر دی، اور جب ان کا بھی وصال ہو گیا تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر میرے پاس تیسری بچی (صاحبزادی، بیٹی) ہوتی تو میں اسے بھی عثمان کی زوجیت میں دے دیتا۔ پھر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ افضل ہیں جو اللہ تعالی کے سارے بندوں اور اصحاب نبی ﷺ میں برگزیدہ ہیں۔ اسی ترتیب پر ہم نے سلف (یعنی اسلاف، بزرگوں) کو پایا اور ظاہر ہے کہ اگر ان کے پاس افضلیت کی اس ترتیب پر کوئی دلیل نہ ہوتی تو وہ لوگ (یعنی ہمارے اسلاف) فیصلہ نہیں کرتے۔

نذرِ شرعی اور نذرِ عرفی کیا ہے اور منّت ماننے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بزرگانِ دین کی قبروں پر لوگ عرضیاں باندھتے ہیں اور اس میں یہ لکھا ہوتا کہ اگر آپ میری مراد پوری کریں تو میں آپ کی نیاز ادا کروں گا اور بعض یوں لکھتے ہیں کہ میری مراد بَر آنے کے لئے دعا فرمائیے یہ دونوں صورتیں شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب

نذر شریعت میں عبادت مقصودہ کا نام ہے جو کسی کام کے حاصل ہونے کے لئے بغرضِ تقربِ الٰہی مانی جاتی ہے، درمختار مطبوعہ بر حاشیہ ردمختار جلد (۳) ص ۶۸ کتاب الایمان میں ہے و هو عبادة مقصودة اور ردمختار میں ہے وفی البدائع ومن شروطه ان يكون قربة مقصودة پس حاجت براری کیلئے بزرگانِ دین کی نذریں ومنتیں جو مانی جاتی ہیں اگر نذر ماننے والے کی یہ نیت ہے کہ اس نذر سے بزرگ کا تقرب حاصل کیا جائے اور کام نکلنے پر کھانا یا کپڑا یا سونا چاندی وغیرہ حسب قرار داد ان کو نذر پیش کیا جائے اور وہ اس بزرگ کو کام کے نکالنے میں بدون ارادۂ خدائے تعالٰی کے مستقل جانتا ہے اسلئے ان کو قابلِ تعظیم جان کر یہ نذر کر رہا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ میں جس چیز کو پیش کروں گا وہ بزرگ کی ملک ہے اور انہیں کے لئے یہ چیز پیش کی جارہی ہے تو ایسی نذر ومنت شرع میں بالاجماع حرام وباطل ہے اور اس کا مرتکب گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے کیونکہ اس میں مخلوق کیلئے نذر کی گئی ہے حالانکہ نذر تو عبادت ہے جو اللہ کے سوا کسی مخلوق کیلئے نہیں ہوسکتی اور نذر کو جو میت کی ملک میں داخل کر رہا ہے وہ بھی شرعاً ناجائز ہے اس کے علاوہ اسکا اعتقاد یہ بھی ہے کہ یہ بزرگ بلا اردہ ومشیت خداوندِ عالم کے خود مستقل طور سے میرا کام نکال سکتے ہیں اور یہ اعتقاد شریعت میں کفر ہے پس ایسی نذر کی ادائی اس کے ذمہ لازم نہیں ہے اور اسکا کسی کو کھلانا اور دینا بھی درست نہیں ہے۔

اور اگر نذر اس طریقہ سے کی جائے کہ یاالٰہی میں تیرے لئے یہ نذر کرتا ہوں کہ اگر میرا کام نکل آئے تو میں فلاں بزرگ کی درگاہ کے فقراء کو کھانا کھلاؤنگا یا کپڑے پہناؤنگا یا سونا چاندی تقسیم کرونگا یا درگاہ کی مسجد کے لئے بوریا وغیرہ بنوادونگا تو چونکہ اس میں نذر خالص اللہ کے لئے ہوتی ہے اور اس بزرگ کی درگاہ کے فقراء اور مسجد کا کام نکلتا ہے اس لئے یہ شرعاً جائز ہے اور ایسی نذر کے پیسے وغیرہ فقیروں ہی کو دینا چاہئے مالداروں کو اس کا لینا درست نہیں اور درگاہ کے خادم اگر مالدار ہیں تو ان کیلئے بھی یہ نذر درست نہیں اگر فقیر ہیں تو لے سکتے ہیں:

درمختار مطبوعہ حاشیہ ردمحتار مصری جلد (۲) ص ۱۳۱ کتاب الصوم میں ہے:

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام و ما یؤخذ من الدراھم و الشمع و الزیت و نحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقرب الیھم فھو بالاجماع باطل و حرام ما لم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام و قد ابتلی الناس بذلك و لا سیما فی ھذہ الاعصار-

ردالمحتار میں ہے:

(قولہ تقرباً الیھم) کان یقول " یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلك من الذھب او الفضة او من الطعام او الشمع او الزیت" کذا بحر - (قولہ باطل و حرام) لوجوہ منھا انہ نذر لمخلوق و النذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ و العبادۃ لا تکون لمخلوق- و منھا ان المنذور لہ میت و المیت لا یملك -و منھا انہ ظن ان المیت یتصرف فی الأمور دون اللہ تعالی و اعتقادہ ذلك کفر -اللھم الا ان قال" یا اللہ انی نذرت لك ان شفیت مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدۃ نفیسة او الامام الشافعی او

الامام اللیث او اشتری حصیرا لمساجدهم او زیتا لوقودها او دراهم لمن یقوم بشعائرها" الی غیر ذلك مما یکون فیه نفع للفقراء و النذر لله عزوجل و ذکر الشیخ انما هو محل لصرف النذر لمستحیقه القاطنین برباطه او مسجده فیجوز بهذا الاعتبار - لا یجوز ان یصرف ذلك لغنی ولا تشریف منصب او ذی نسب او علم مالم یکن فقیرا و لم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد و لا تشتغل الذمة به ولانه حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذه الا ان یکون فقیرا او له عیال فقراء عاجزون فیأخذونه علی سبیل الصدقة المبتدأة و اخذه ایضا مکروه الم یقصد الناذر التقرب الی الله تعالیٰ و صرفه ای الفقراء و بقطع النظر عن نذر الشیخ بحر ملخصا عن شرح العلامة قاسم - (قوله ما لم یقصدوا الخ) ای بأن تکون صیغة النذر "لله تعالیٰ" للتقرب الیه و یکون ذکر الشیخ مرادا به فقراء کما مر - ولا یخفی ان له الصرف الی غیرهم کما مر سابقا - ولا بد ان یکون المنذور مما یصح به النذر کالصدقة بالدراهم ونحوها اما لو نذر زیتا لایقاد قندیل فوق ضریح الشیخ او فی المنارة کما یفعل النساء من نذر الزیت لسیدی عبد القادر رحمه اله ویوقد فی المنارة جهة المشرق فهو باطل

عالمگیریہ مصری کے جلد (۱) ص ۲۱۶ متفرقات کتاب الصوم میں بھی یہی مضمون ہے۔

پس مسلمانوں کو چاہئے کہ غیر خدا کسی کی نذر و منت نہ مانیں اور اللہ کے لئے نذر و منت مان کر فقراء و مساکین درگاہ بزرگان پر اس کو تقسیم کرنے کی نیت کریں البتہ بدون نذر و منت کے ایصال ثواب کیلئے کوئی چیز پکا کر لوگوں کو کھلانا جسکو اموات کی فاتحہ اور بزرگان دین کی نیاز کہا جاتا ہے یا سونا چاندی وغیرہ صدقہ دینا یا نماز روزہ و قرأۃ قرآن وغیرہ عبادات بدنیہ کا ثواب بخشنا یہ تمام امور شرعاً درست ہے۔

اور ہرایک شخص کو چاہئے کہ ایسے ایصال ثواب میں مخصوص ارواح کے ساتھ زندہ ومردہ تمام مؤمنین ومؤمنات کی ارواح کو بھی شریک کرلے خداوند عالم اپنے فضل سے ہرایک کو اسی قدر پورا پورا ثواب عطاء فرماتا ہے ردمختار مصری جلد (۱) ص ۱۳۱ ۶ کتاب الجنائز میں ہدایہ سے منقول ہے:

صرح علماء نافی باب الحج عن الغیربان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاةً او صوماً او صدقةً اوغیرها کذا فی الهدایه

تاتارخانیہ سے منقول ہے:

بل فی زکاة التاتارخانیه عن المحیط الافضل من یتصدق نفلاً ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لأنها تصل الیهم ولاینقص من اجره شئی اهو مذهب اهل السنة والجماعة

اور بحرالرائق سے منقول ہے:

وفی البحر من صام اوصلیٰ اوتصدق وجعل ثوابهٔ لغیره من الأموات والأحیاء جاز ویصل ثوابة الیهم عندأهل السنة والجماعة کذا فی البدائع

اسی جگہ ردمختار میں ہے:

ویقرأ سورة یٰس، وفی الحدیث "من قرأ الاخلاص احدیٰ عشرة مرة ثم وهب اجرها للأموات اعطی من الأجر بعدد الاموات

ردمختار میں ہے:

(قوله ویقرأیٰس) لماورد "من دخل المقابر فقرأ سورة یس خفف الله عنهم یومئذ وکان له بعدد من فیها حسنات" بحر- وفی شرح اللباب ویقرأ من القران ماتیسر له من الفاتحة واول البقرة الی المفلحون وآیة

الکرسی وآمن الرسول وسورۃ یٰس وتبارك الملك وسورۃ التکاثر والاخلاص اثنتی عشرۃ مرۃ اواحدیٰ عشرۃ او سبعاً اوثلاثا ثم یقول: اللّٰھم اوصل ثواب ماقرأناہ الی فلان او اوصل الیھم اور ص ۱۳۲ میں ھے سئل ابن حجر المکی عمالوقرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذالك کاملاً فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل۔

پیران طریقت واساتذہ وسلاطین وامراء کی خدمت میں کسی چیز کے پیش کرنے کواصطلاح میں نذر کہاجاتا ہےلیکن فی الحقیقت یہ نذر شرعی نہیں ہے بلکہ عوام نے بلحاظ ادب ان مکرم ومعظم ہستیوں کے پاس ہدایاوتحائف پیش کرنے کوبھی ضرورۃً نذر کا نام دے رکھا ہے اس سے عبادت مقصود نہیں ہوتی اورنہ پہلے سے بغرض تقرب اپنے پرلازم کرلی جاتی ہے، محض پیش کرنے کےوقت اسکونذر کہاجاتا ہے اسی طرح اگر میت وبزرگانِ دین کےارواح پرایصال ثواب کرنے کی غرض سے کوئی چیز پکا کرفقراء کو تقسیم کی جائے یاروپیہ سوناوغیرہ صدقہ کیاجائے اورتقسیم کرنے کےوقت اسکانام نذررکھاجائے اورقبلِ تقسیم مذکورالصدرنذرالہی کےطریقہ پریااپنے ذمہ لازم نہ کرلیاجائے،تواس میں کوئی حرج نہیں۔جب کہ سلاطین وامراء کے پاس پیش ہونے والے اشیاء کانام نذررکھاجاتا ہےتوان خاصانِ بارگاہ خداوندی کےارواح پرپیش ہونے والی چیزتوبدرجہ اولٰی نذرنام رکھے جانے کی مستحق ہے۔

کسی کام میں جوکسی سے مدداورتوجہ چاہی جاتی ہے یاکسی کووسیلہ بنایاجاتا ہےاس کوعربی میں استغاثہ، استنصار، استعانت، استمداد، تشفع ،توسل وغیرہ کے ساتھ تعبیر کیاجاتا ہے، ہرایک کی تفصیل یہ ہے کہ استغاثۃ عربی میں غوث طلب کرنے کوکہتے ہیں غوث کے معنی ازالہ شدت یعنی تکلیف وسختی کورفع [1] کرنا ہے معیشت دنیامیں جوتکالیف کہ ایک دوسرے کولاحق ہوتے ہیں

---

[1] دورکرنا

اس کے دفعیہ کی ہر ایک دوسرے سے درخواست کرتا ہے چنانچہ سورہ قصص کے دوسرے رکوع میں آیۃ کریمہ "فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ"[1] سے ثابت ہے کہ ایک مخلوق دوسرے مخلوق کی شدت و تکلیف کو دفع کر سکتی ہے اور مصیبت میں مدد دے سکتی ہے۔

اسی طرح "استنصار" طلب نصر یعنی غیر سے مدد طلب کرنے کو کہتے ہیں اور سورہ انفال[2] کے آٹھویں رکوع میں آیۃ کریمہ "وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ" الآیۃ سے ثابت ہے کہ ایک بندۂ خدا دوسرے بندۂ خدا کو مدد دے سکتا ہے استمداد، استنصار کا ہم معنی ہے

اور "استعانۃ" بھی طلبِ عون یعنی مدد چاہنے کو کہتے ہیں کلام الٰہی میں تین جگہ یعنی سورہ بقرۃ کے سولھویں اور پانچویں رکوع میں اور سورہ اعراف کے تیرہویں رکوع میں آیۃ کریمہ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ[3] سے ثابت ہے کہ انسان کو صبر و صلوٰۃ سے طلبِ عون یعنی مدد لینا چاہیئے پس ان آیات بیّنات سے ظاہر ہے کہ انسان کو خداوندِ عالم کے سوا دیگر اشیاء سے بھی مدد لینے کی شریعت میں اجازت ہے۔

"تشفع" کے معنی شفاعت یعنی سفارش لے جانے کے ہیں۔ مخلوق کا آپس میں ایک دوسرے کی سفارش کرنا اور خداوند عالم کے پاس کسی مخلوق کی سفارش کرنا سورہ نساء[4] کے نویں رکوع میں آیۃ کریمہ مَّنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا[5] اور سورہ بقرہ کے چھبیسویں رکوع میں مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ سے ثابت ہے۔ احادیث سے بھی اس کے فضائل

---

[1] ترجمہ: اُس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا۔ (کنز الایمان) ﴿القصص: ۱۵﴾

[2] ترجمہ: اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے۔ (کنز الایمان) ﴿الأنفال: ۷۲﴾

[3] ترجمہ: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ (کنز الایمان) ﴿البقرۃ: ۴۵﴾

[4] ترجمہ: جو اچھی سفارش کرے اُس کے لیے اس میں سے حصہ ہے۔ (کنز الایمان) ﴿النساء: ۸۵﴾

[5] ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔ (کنز الایمان) ﴿البقرۃ: ۲۵۵﴾

ثابت ہیں اور بروز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام گناہگاروں کیلئے خداوندِ عالم سے شفاعت یعنی سفارش کرنے کے ثبوت میں تو کسی کو کلام نہیں۔

''توسل'' کے معنی لغت میں نیک کاموں کے ذریعہ خداوندِ عالم کے پاس قرب حاصل کرنے کے ہیں چنانچہ سورہ مائدہ کے چوتھے رکوع میں آیۃ کریمہ یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ [1] میں مسلمانوں کو خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور نیک کاموں کے ذریعہ اس کا وسیلہ یعنی تقرب چاہو تفسیر کبیر کے جلد (۳) ص ۴۱۰ میں ہے فکان المراد طلب الوسیلۃ الیہ فی تحصیل مرضاتہ وذالك بالعبادات والطاعات۔ اعمال صالحہ کے سواء انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام کو بھی خدائے تعالیٰ کے پاس اس کی رضا کے حصول کی خاطر وسیلہ و ذریعہ بنانا ثابت ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ کے نویں رکوع میں آیۃ کریمہ وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا [2] الآیۃ سے ثابت ہے کہ چونکہ یہودیوں کو توریت میں حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی بشارت دی گئی تھی اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے قبل جب کبھی عرب کے مشرکین سے ان کی لڑائی ہوتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے تفسیر کبیر کے جلد (۱) ص ۴۲۸ میں ہے:

ان الیھود من قبل مبعث محمد علیہ السلام ونزول القرآن کانوا یستفتحون ای یسألون الفتح والنصرۃ وکانوا یقولون اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی [3]۔

---

[1] ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو (کنز الایمان) ﴿المائدۃ:۳۵﴾

[2] ترجمہ: اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ (کنز الایمان) ﴿البقرۃ:۸۹﴾

[3] ترجمہ: بے شک یہود حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے اور قرآن کے نازل ہونے سے پہلے فتح و مدد مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے یا الٰہ العلمین ہم کو نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے فتح (یعنی کامیابی) عطا فرما اور ہماری مدد فرما۔ (مرتب)

تفسیر درمنثور کی جلد (۱) ص ۸۸ میں بھی یہی لکھا ہے، سنن نسائی وابن ماجہ وجامع ترمذی میں ایک حدیث شریف کی تخریج کی گئی ہے جس کو امام ترمذی اور ابواسحق نے صحیح کہا ہے حدیث شریف یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک نابینا رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں اندھا ہوگیا ہوں، آپ میرے لئے دعا فرمائیں! حضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ وضو کرکے دورکعت نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگنا کہ اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمد ﷺ میں آپ کے واسطے سے میرے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت پوری کرے، اے اللہ تو محمد ﷺ کو میرا شفیع بنا"۔ امام بیہقی نے بھی سنن کبری میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اسمیں یہ اضافہ کیا کہ ان نابینا صحابی نے اس طرح وسیلہ سے دعا مانگی اور بینا ہوگئے۔ سنن ابن ماجہ مطبوعہ فاروقی کے ص ۱۰۰ باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ میں عثمان ابن حنیف سے مروی ہے:

ان رجلاً ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال ادع اللہ تعالیٰ لی ان یعافینی فقال ان شئت اخرت لك وهو خیر و ان شئت دعوت فقال ادعه فامره ان یتوضأ فیحسن وضوءه ویصلی رکعتین ویدعو بهذا الدعاء اللهم انی اسئلك واتوجه الیك بمحمد نبی الرحمة یامحمد انی قد توجهت بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی اللهم فشفعه فی"۔ قال ابواسحق هذا حدیث صحیح

انجاح الحاجۃ، حاشیہ ابن ماجہ میں اسی جگہ ہے:

هذا الحدیث اخرج النسائی والترمذی فی الدعوات مع اختلاف یسیر و قال الترمذی حسن صحیح وصححه البیهقی وزاد فقام وقد ابصر وفی روایة ففعل الرجل فبرئ

آیۂ کریمہ (وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ)[1] الایۃ سے قبل ولادت رسول اکرم ﷺ کو وسیلہ بنانا ثابت ہے، اور اس حدیث سے آپکا زندگی میں وسیلہ بننا ثابت ہے اور بعد وفات آپ سے مدد چاہنے کے متعلق انجاح الحاجہ میں اسی جگہ ایک حدیث شیخ عابد سندھی کے رسالہ سے نقل کی ہے جسکی امام بیہقی وابن ابی شیبہ نے مالک دار سے تخریج کی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ قحط آیا، تب ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کیلئے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کیونکہ امت ہلاک ہونے کے قریب ہے آپ ﷺ اس کے خواب میں تشریف فرما ہوئے اور یہ فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے سلام پہنچانے کے بعد یہ کہنا، صاحبِ حاشیہ نے اسی قدر قصہ لکھ کر ابن عبد البر کی کتاب استیعاب میں اس کی تفصیل دیکھنے کے لئے لکھا ہے انجاح الحاجہ کی عبارت یہ ہے:

وذكر فيها حديث البيهقي وابن ابي شيبه عن مالك الدار قال اصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه فجاء رجل الى قبر النبي ﷺ وقال يارسول الله ﷺ استسق الله لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم في منامه فقال ائت عمر فاقرئه السلام واخبره- والقصة مذكورة في الاستيعاب لابن عبد البر ففيه جلد ٢ صفحه ٢١٧ : ايت عمر فمره ان يستسقي للناس فانهم سيسقون وقل له: عليك الكيس الكيس ! فاتى الرجل عمر فاخبره. فبكى عمر وقال: يا رب ما آلواه ما عجزتُ! يارب ما آلو الا ما عجزتُ!

---

[1] ترجمہ: اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ (کنزالایمان) ﴿البقرۃ: ٨٩﴾

اسی مقام میں صاحب انجاح الحاجہ نے طبرانی کبیر کی ایک اور حدیث نقل کی ہے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس روزانہ اپنی کچھ ضرورت لیجایا کرتا تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔ تب عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ نے اسکو وہی حدیث توسل سکھائی اور دعا کا طریقہ بھی حسبِ روایتِ سابق بتلا دیا جیسا ہی ایک دفعہ پڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا آپ نے اس کی حاجت نہایت توجہ سے سنکر پوری فرمائی۔

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اولیاء کرام سے بھی ان کی حین حیات توسل وامداد لینا اوران کی دعا سے لوگوں کا کام نکالنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے امت کی مغفرت کیلئے دعا چاہنے کے متعلق حکم فرمایا تھا اور صحیح بخاری شریف کی کتاب الجہاد باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب میں مصعب بن سعد سے مروی ہے:

قال رای سعد ان له فضلاً علی من دونه فقال النبی ﷺ هل تنصرون وترزقون الابضعفاء کم

یعنی سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے کو دوسروں پر مکرم سمجھا تب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا کہ تم کو جو رزق ومدد دیجاتی ہے وہ بے مایہ ضعیفوں کی برکت سے ہے۔

اس حدیث کی شرح میں عینی جلد (۲) ص ۶۳۰ میں لکھتے ہیں،

واخبر ﷺ ان بدعائهم ینصرون ویرزقون لان عبادتهم ودعائهم اشد اخلاصاً واکثر خشوعاً لخلو قلوبهم من التعلق بزخرف الدنیا وزینتها وصفاء ضمائرهم عما یقطعهم عن الله تعالی فجعلوا همهم واحداً فزکت اعمالهم واجیب دعائهم

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک اس لئے ہے کہ اولیاء اللہ نے چونکہ دنیا میں عیش وعشرت کو چھوڑ کر ریاضت ومجاہدہ سے اپنے کو اللہ کے لئے وقف کر دیا ہے اور جو عبادات ومجاہدے یہ کرتے ہیں وہ خلوصِ دل سے خاص خداوند عالم کیلئے نہایت عجز وانکسار کے ساتھ ہوا کرتی ہیں اس لئے ان کے اعمال اللہ پاک اور پاک وصاف ہوتے ہیں اوران کی دعا کو قبول فرماتا ہے اگرچہ یہ لوگ بظاہر ضعیف ومنکسر الحال معلوم ہوتے ہیں مگر خداوند عالم انہیں کی برکت ودعاء سے اہل عالم کو رزق عطا فرماتا ہے اور سارے کام بناتا ہے۔ اس حدیث کے بعد بخاری شریف میں ایک دوسری حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ جب لوگ جہاد کریں گے تو پوچھا جائیگا کہ کیا تم میں صحابہ ہیں؟ جب ان میں صحابہ ہونگے تو انہی کی برکت سے فتح نصیب ہوگی پھر اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا جس میں تابعین پوچھے جائیں گے اوران ہی کی برکت سے فتح ہوگی' اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا جس میں تبع تابعین پوچھے جائیں گے اور انہیں کی بدولت مسلمانوں کی فتح ہوگی حدیث شریف یہ ہے

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال یأتی زمان یغزو فئام من الناس فیقال فیکم من صحب النبی ﷺ فیقال نعم فیفتح لھم ثم یأتی زمان فیقال فیکم من صحب اصحاب النبی ﷺ فیقال نعم فیفتح ثم یأتی زمان فیقال فیکم من صحب اصحاب اصحاب النبی ﷺ فیفتح۔

صحیح بخاری شریف کے باب الاستسقاء میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس بن عبد المطلب قال اللھم انا کنا نتوسل الیك بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیك بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ قحط کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کے لئے دعا کرتے تھے کہ: اے خداوند عالم ہم تیرے پاس اپنے نبی کریم علیہ السلام کے توسل سے پانی مانگا کرتے تھے اور تو پانی برسایا کرتا تھا اب ہم تیرے پاس اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے وسیلہ سے پانی مانگتے ہیں تو ہم پر پانی برسا[1]۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ کی اس دعا سے پانی برسنے لگا۔

اور عینی شرح بخاری کی جلد (۳) ص ۴۳۷ میں اس حدیث کی شرح میں ہے:

قال فارخت السماء شئابیب مثل الجبال حتی اخصبت الارض وعاش الناس

یعنی اس دعا سے پہاڑوں کی طرح ابر آیا اور اس کثرت سے بارش ہوئی اور اتنی سرسبزی ہوگئی کہ اچھی ارزانی ہوگئی۔

پس ان آیات قرآنی واحادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ مخلوق الٰہی میں انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے اپنے ضروریات میں مدد چاہنا اللہ کے پاس ان کا وسیلہ لینا ان سے دعا کی درخواست کرنا ان کے حینِ حیات اور بعد ممات بلکہ انبیاء علیہم السلام سے تو ان کے قبل ولادت بھی شرعاً درست ہے۔ چنانچہ عقائدِ اہل سنت وجماعت میں کرامات اولیاء کی حقانیت کی تفصیل میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اولیاء کرام کی توجہ سے انسان کو مصیبت سے نجات ملتی ہے اور دشمنوں پر کامیابی حاصل ہوتی ہے ضرورتیں پوری ہوتی ہے اور مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں، شرح عقائد نسفی مطبوعہ انوار محمدی کے ص ۲۲۰ میں ہے:

---

[1] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنھما کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے، اور کہتے اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے، اور تو ہم پر بارش برساتا تھا، اب ہم تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کا وسیلہ لے کر آئے ہیں، ہم پر باران رحمت نازل فرما تو ان پر بارش برس پڑتی۔

وکرامات الاولیاء حق فظهر الکرامة علی طریق نقض العادة للولی من قطع المسافة البعیدة فی المدة القلیلة وظهور الطعام والشراب عند الحاجة والمشی علی الماء والطیران فی الهواء وکلام الجماد والعجماء واندفاع المتوجه من البلاء وکفایة المهم عن الاعداء وغیر ذالك من الاشیئا[1]

پس صورت مسئولہ میں بزرگانِ دین سے دعا کی درخواست کرنا شرعاً جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

[1] ترجمہ: ولی سے خرق عادت کے طریقے پر کرامت ظاہر ہوتی ہے، جیسے مختصر وقفے میں لمبی مسافت کو طے کرلینا، ضرورت کے وقت کھانے پینے (اور پہننے کی) چیزوں کا فراہم ہوجانا، اور پانی پر چلنا، اور فضا میں پرواز کرنا یعنی ہوا میں اڑنا، اور غیر جاندار اور بے زبان جانوروں کا بات کرنا، اور آنے والی مصیبتوں کا ٹل جانا، اور دشمنوں کے ضرر یعنی نقصان سے محفوظ رہنا، اور وہ امور جو انکے علاوہ ہیں۔

چہلم اور برسی کی شرعی حیثیت

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چہلم و برسی وغیرہ کا کھانا جو اہل قرابت میں تقسیم ہوتا ہے جن میں بعض محتاج اور بعض خوشحال ہوتے ہیں، کیا یہ شرعاً درست ہے؟ اور کیا طعام ایصالِ ثواب، فقراء و مساکین کے سوا اہل قرابت کو کھلایا جا سکتا ہے جیسا کہ ہمارے ملک کا رواج و دستور ہے؟

الجواب

میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ فی الحقیت میت کی جانب سے صدقہ ہے۔ صدقہ کے مستحق فقراء و مساکین ہیں، اس لئے اہل قرابت میں جو حاجت مند ہیں پہلے ان کو کھلانا چاہیے ان کے بعد بیرونی فقراء و مساکین کو دیا جائے۔ اگر اہل قرابت میں کوئی ایسا غنی یعنی مالک نصاب جس کے اہل و عیال بہت ہیں تو اس کو بھی دے سکتے ہیں۔ ان کے سوا دوسرے اشخاص کو بھی اگر ثواب کی نیّت سے کھلائیں تو کھلا سکتے ہیں۔

فتاوی قاضی خان مطبوعہ بر حاشیہ عالمگیری جلد ۶ کتاب الھبۃ فصل فی التصدق میں ہے:

رجل تصدق عن المیت و دعا له قالوا یجوز ذلك و یصل الی المیت لما جاء فی الاخبار ان الحی اذا تصدق عن المیت بعث الله تعالیٰ تلك الصدقة الیه علی طبق من النور

ہدایہ اولین مصطفائی کے صفحہ ۲۷۷ کتاب الھبۃ فصل فی الصدقۃ میں ہے:

ولا رجوع فی الصدقة لان المقصود هو الثواب و قد حصل و کذلك اذا تصدق علی غنی استحساناً لانه قد یقصد بالصدقة علی الغنی الثواب و قد حصل و کذا اذا وهب لفقیر لأن المقصود هو الثواب و قد حصل

کفایہ مطبوعہ کفایہ مطبوعہ بر حاشیہ فتح القدیر مصری جلد ۷ صفحہ ۵۱۶ کتاب الھبۃ فصل فی الصدقۃ میں ہے:

ثم التصدق على الغني يكون قربة يستحق بها الثواب فقد يكون غنيا يملك نصابا و له عيال كثير و الناس يتصدقون على مثل هذا لنيل الثواب

واللہ اعلم بالصواب

نیاز پیرانِ پیر یا کسی کے انتقال کے بعد فاتحہ، سیوم ودہم وچہلم ومولودخوانی کا حکم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بزرگوں کے لئے کچھ کھانا پکا کر بغرض ایصال ثواب غرباء کو کھلائے [1] جیسے نیاز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) وغیرہ اپنے کسی عزیز کے انتقال کے بعد فاتحہ سوم ودہم وچہلم وغیرہ کرے اور مولودخوانی کرائے تو کیا ایسا شخص شرعاً بدعتی وگنہگار ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر کوئی شخص کچھ عملِ خیر کرے مثلاً نماز پڑھے یا روزہ رکھے یا صدقہ دے یا کھانا پکا کر کھلائے یا وعظ ونعت خوانی کی مجالس منعقد کرائے اور اس عمل سے اسکی یہ غرض ہو کہ اسکا ثواب بزرگان دین یا اپنے عزیز واقارب کی ارواح کو پہنچے تو اس کا یہ فعل شرعاً جائز ہے، اور اسکی نیت کے موافق خدائے پاک اس کا ثواب ان ارواح کو ایصال فرماتا ہے۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد (۱) ص ۶۱ ۳ میں ہے۔

---

[1] **ایصال ثواب کرنا طریقۂ صحابہ ہے:** أَنَّ رَجُلًا اتی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ! إِنَّ أُمِّيَ افتلتت نفسها ولم یوص واظنها لو تکلمت تصدقت افلها اجرٌ ان تصدقتُ عنها؟ قال نعم (مسلم جلد ۱، ص ۳۲۴)

ترجمہ: ایک شخص آئے اور انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ فوت ہو چکی ہیں اور انہوں نے کوئی وصیت نہ کی میرا گمان ہے کہ اگر انہیں کچھ کہنے کا موقع ملتا تو صدقہ ضرور کرتیں۔ کیا اگر میں انکی طرف سے صدقہ کردوں تو انہیں اس کا اجر ملے گا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! (انہیں اس کا اجر ملے گا)۔

حدیث مذکورہ ثابت ہوا کہ اگر میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو میت کو اس کا فائدہ اور ثواب پہنچتا ہے۔

ابوداؤد جلد اول میں ہے: فَسَأَلَ النَّبِيَّ اَيُّ صَدَقَةٍ اَنْفَعُ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ اَلْمَاءُ فَحَضَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ

ترجمہ: پھر پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا صدقہ زیادہ نفع بخش ہے؟ فرمایا کہ: پانی' پس انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور جہا یہ ام سعد کے لئے ہے۔ (ابوداؤد، جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوة او صوماً او صدقة او غیرها کذا فی الهدایة۔

اسی صفحہ میں ہے۔

وفی البحر من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة و الجماعة[1] کذا فی البدائع

درمختار مطبوعہ برحاشیہ ردمختار جلد (۲) کتاب الحج باب الحج عن الغیر میں ہے

الاصل ان کل من اتی بعبادة ماله جعل ثوابها لغیره وان نواها عند الفعل لنفسه کظاهر الدلالة۔

اوراسی طرح ردالمحتار میں کہ:

قوله بعبادة ای سواء کانت صلاةً اوصوماً اوصدقةً او قراءة اوذکراً اوطوافاً او حجاً او عمرةً او غیر ذالك من زیارة قبور الانبیاء علیهم الصلوة والسلام والشهداء والصالحین وتکفین الاموات وجمیع انواع البر کذا فی الهندیه۔

پس صورت مسؤلہ میں بغرض ایصالِ ثواب ارواح بزرگان وارواح اہلِ قرابت کھانا پکا کر فقراء ومساکین وغیرہ کوکھلانا اور ایسا مولود شریف پڑھانا کہ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد شریف کا ذکر اور آپ کی منقبت ہو یا اکابردین کا ذکرِ خیر اور ان کے خصائلِ حمیدہ کا تذکرہ ہو شرعاً درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

[1] ترجمہ: جوکوئی روزہ رکھے، یا نماز پڑھے یا صدقہ کرے، اور ان کا ثواب دوسروں کو پہنچائے مثلاً مردوں اور زندوں کوتو جائز ہے۔ اور ان (عبادات) کا ثواب ان (مردوں اور زندوں) تک پہنچتا ہے اہل سنت وجماعت کے نزدیک۔ (مرتب)

شیعہ بدعتی ہیں ان سے راہ ورسم رکھنے ان کی مجالس میں جانے سے بچنا چاہیے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے افضلیت [۱] کے قائل ہیں مثلاً شیعی وغیرہ، کیا ان کے ساتھ راہ ورسم رکھنا ان کی مجالس میں جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسے اشخاص اہلسنت کے پاس بدعتی ہیں۔ان سے راہ ورسم رکھنے ان کی مجالس میں شریک ہونے سے احتراز کرنا چاہیے (یعنی بچنا چاہئیے) عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ میں ہے: و ان کان یفضل علیا کرم اللہ وجهه علی ابی بکر رضی اللہ عنہ لا یکون کافرا الا انه مبتدع [۲] رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۰۲ باب المرتد میں ہے: و ان کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع [۳] شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں ہے: والمبتدع هو من خالف فی العقیدة طریقة اهل الحق و هو کالفاسق [۴] شرح میں ہے: وحکم المبتدع البغض و العداوة و الاعراض عنه و الاهانه و الطعن و اللعن و کراهیة الصلاة خلفه [۵] واللہ اعلم بالصواب

---

[۱] جو شخص سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دے وہ بدعتی گمراہ ہے۔(مرتب)

[۲] ترجمہ: اگر کوئی شخص حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے تو وہ بدعتی (گمراہ) ہے کافر نہیں۔

[۳] ترجمہ: جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین (یعنی حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) پر فضیلت دے وہ بدعتی (گمراہ) ہے۔ (مرتب)

[۴] ترجمہ: بدعتی وہ ہے جو عقیدہ میں اہل حق کے طریقہ کی مخالفت کرے اور وہ فاسق کی طرح ہے۔

(بلکہ عام فاسق سے بدتر ہے فسق فی العقیدہ فسق فی العمل سے زیادہ خطرناک ہے، فسق فی العمل سے انسان گمراہ نہیں ہوتا لیکن فسق فی العقیدہ سے انسان گمراہ، بدعتی کے حکم میں ہوتا ہے۔) (مرتب)

[۵] اور بدعتی (بدعقیدہ) کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کے ساتھ بغض وعداوت رکھی جائے اور (ہر وقت) اس سے کنارہ کشی کی جائے، (ہمیشہ) اس کی توہین ہو اور اس پر لعن وطعن کیا جائے اور اس کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ (تحریمی) ہے۔ (مرتب)

حنفی شخص غیر مقلد وہابی کے کہنے سے آمین بالجہر ورفع یدین کرنے لگے تو شرعا کیا حکم ہے؟

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حنفی شخص کسی غیر مقلد کے کہنے سے آمین بالجہر اور رفع یدین کرنے لگے تو کیا شرعاً جائز ہے؟ اور کیا کوئی مقلد کسی مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرسکتا ہے یانہیں؟

الجواب

ناواقف و عامی شخص وغیر مجتہد کے لئے تمام مسائل میں اپنے امام کی تقلید کرنا واجب ہے۔ مقلد ہوکر اگر کسی مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرے تو یہ شرعا نادرست و باطل ہے۔ ذوالمناصب شیخ ابن حاجب نے مختصر اصول میں لکھا ہے: ولا یرجع عن قول المجتهد بعد تقلیده اتفاقا قاضی عضدالملۃ والدین نے شرح مختصر اصول میں لکھا ہے: اذا عمل العامی بقول مجتهد فی حکم مسئلة فلیس له الرجوع عنه الی غیره ردالمحتار جلد ا صفحہ ۵۳ میں ہے: و ان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل غیر مقلدین چونکہ مذاہب اربعہ اہل سنت [1] کے خلاف ہیں اس لئے ان کی اتباع وپیروی نہ کرنے پر علمائے اہل سنت کا اجماع واتفاق ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے: و ما خالف الائمة الاربعة مخالف للاجماع و ان كان فيه خلاف لغيرهم و قد صرح فی التحرير ان الاجماع انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للاربعة لانضباط مذاهبهم و انتشارها و كثرة اتباعهم تفسیر احمدی میں ہے: قد وقع الاجماع على ان الاتباع انما يجوز للاربع فلا يجوز الاتباع لمن حدث مجتهدا مخالفا لهم واللہ اعلم

---

[1] غیر مقلدین بدمذہب خارج اہل سنت گمراہ بے دین ہیں بحکم فقہاء کافر ومرتد ہیں۔ (مرتب)

والدین، پیر، استاد کے ہاتھ چومنا اور ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا جائز ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بادشاہ، استاد یا پیر یا والدین کی قدمبوسی کرنا، اور ان کے قدموں پر پیشانی رکھنا، اوران کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونا اور دست بوسی کرنا شرعاً درست ہے یانہیں؟

الجواب

عادل بادشاہ یا پیر اور والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا اور ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا درست ہے۔قدموں پر پیشانی رکھنا، یا ان کے قدم [1] چومنا، یا ان کے روبرو سجدہ کرنا درست نہیں ہے۔درمختار مطبوعہ بر حاشیہ ردالمحتار جلد ۵ کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۲۵۳ میں ہے: لا بأس بتقبيل يد الرجل العالم و المتورع على سبيل التبرك -درر و نقل المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبيل يد الحاكم المتدين و السلطان العادل وقبل سنة ، مجتبى - صفحہ ۲۵۴ میں ہے: وفي الوهبانية: يجوز بل يندب القيام تعظيما للقادم، كما يجوز ولو للقارى بين يدى العالم - عالمگیری جلد ۵ کتاب الحظر و الاباحة باب ملاقاة الملوك والتواضع لهم صفحہ ۳۶۸ میں ہے: من سجد للسلطان على وجه التحية او قبّل الارض بين يديه لا يكفر و لكن يأثم لارتكابه الكبيرة هو المختار۔ صفحہ ۳۶۹ میں ہے:

---

[1] عالم دین اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے (بشرطیکہ صحیح العقیدہ سنی ہو) بلکہ ان لوگوں کے قدم کو چومنا بھی جائز ہے بلکہ اگر کسی (سنی صحیح العقیدہ) عالم دین سے لوگ یہ خواہش ظاہر کریں کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجئے کہ میں بوسہ دوں تو لوگوں کی خواہش کے مطابق وہ عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کے لئے لوگوں کی طرف بڑھا سکتا ہے۔(الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، ج۹، ص۶۳۱، ۶۳۲) (مرتب)

الانحناء للسلطان او لغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس کذا فی جواھر الاخلاطی و یکرہ الانحناء عند التحیۃ و بہ ورد النھی کذا فی التمر تاشی۔ اسی صفحہ میں ہے: و ان قبل ید عالم او سلطان عادل لعلمہ و عدلہ لا بأس بہ ھکذا ذکرہ فی فتاوی اھل سمرقند۔ ان قبل ید غیر العالم او غیر السلطان العادل ان اراد بہ تعظیم المسلم و اکرامہ فلا بأس بہ اسی جگہ ہے: طلب من عالم او زاھد ان یدفع الیہ قدمہ لیقبلہ لا یرخص فیہ ولا یجیبہ الی ذلك عند البعض و ذکر بعضھم یجیبہ الی ذلك، و کذا اذ استأذنہ ان یقبل رأسہ او یدیہ کذا فی الغرائب۔

کافروں مشرکوں کے مخصوص مذہبی علامات اختیار کرنا کفر ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہنود کی طرح ٹیکا (بٹو) لگاتی ہے اور گانے بجانے کا پیشہ کرتی ہے، اور باوجود اس کے اپنے آپ کو مسلمان بتلاتی ہے۔ اگر یہ مرجائے تو کیا اس کی تجہیز و تکفین مسلمانوں کی طرح کی جائے گی؟ اور تاحیات اس کا شمار مسلمانوں میں ہوگا؟

الجواب

اگر کوئی مسلمان کافروں اور مشرکوں کی مخصوص مذہبی علامات جیسے زنار باندھنا، یا ٹیکہ لگانا یعنی قشقہ لگانا اختیار کرے تو شرعاً وہ کافر ہے۔ کیونکہ اس نے مؤمن ہونے کے باوجود شرک و کفر کی علامات اپنے اوپر جاری کی ہیں جس کی وجہ سے دیکھنے والے اس کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں، کیونکہ یہ چیزیں تکذیب و انکار دین اسلام کی علامت ہیں۔ شرح عقائد نسفی مطبوعہ مطبع انوار محمدی کے صفحہ ۱۹۵ میں ہے: کما فرضنا ان احدا صدق بجمیع ما جاء به النبی ﷺ و اقربه و عمل و مع ذلك شد الزنار بالاختیار او سجد للصنم بالاختیار نجعله کافرا لما ان النبی ﷺ جعل ذلك علامة التکذیب و الانکار پس صورت مسئولہ میں اگر یہ عورت مرنے کے قبل ان کفریات سے توبہ و استغفار کر کے مرے اور مرتے دم تک کلمہ توحید پر قائم رہے تو اس کی تجہیز و تکفین مسلمانوں کے طریقہ پر کرنا اور اس پر نماز جنازہ پڑھنا اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا درست ہے۔ عقائد نسفی طبع یوسفی کے صفحہ ۱۱۵ میں ہے: و یصلی علی کل بر و فاجر اذا مات علی الایمان للاجماع و لقوله علیه السلام " لاتدعو الصلوة علی من مات من اهل القبلة" تفسیر احمدی مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۴۷۱ میں ہے: من استقر علی کلمة الاسلام الی آخر الوقت یجوز الصلاة علیه و

ان کان یحتمل ان یسبق علیہ الکتاب و یخرج من الدنیا کافرا - و من استقر علی کلمۃ الکفر الی آخر الوقت لم یجز علیہ الصلاۃ و ان کان یحتمل ان یسبق علیہ الکتاب فیموت مؤمنا

واللہ اعلم بالصواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولین وآخرین کا علم دیا گیا ہے

الاستفتاء

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث الی کافتہ الناس تھے یا نہیں؟ اور اگر تھے تو غیر مذہب لوگوں کی زبان حاصل کر کے اسی زبان میں تبلیغ کرنا علماء پر جو اپنے آپ کو وارث انبیاء کہتے ہیں ضروری ہے یا نہیں؟ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی کی طرف سے دنیا کی زبانوں کا علم عطا کیا گیا یا نہیں؟ اور آپ نے بطور اعجاز کافروں کی زبان میں کلام کیا تھا یا نہیں؟

الجواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیشک کافتہ الناس کی طرف مبعوث ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف اور حدیث صحیح "بعثت الی کافة الناس" سے ثابت ہے بر بنائے حدیث صحیح "العلماء ورثة الانبیاء" علماء کا انبیاء کے وارث ہونا ثابت ہے۔ اور ان کو وراثت اسی تبلیغ احکام کے متعلق ملی ہے۔ چنانچہ بمقتضائے حدیث صحیح "فلیبلغ الشاهد الغائب" ہر ایک جاننے والے پر لا علم کو تبلیغ کرنا واجب گردانا گیا ہے۔ چونکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث امرنی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان اتعلم السریانیة و فی روایة انه امرنی ان اتعلم کتاب یهود وقال انّی ما امن یهود علی کتاب فما مر بی نصف شهر حتی تعلمت فکان اذا کتب الی یهود کتبت و اذا کتبوا الیه قرأت له کتابهم رواه الترمذی سے بہ وقت ضرورت زبان غیر کا سیکھنا شرعا جائز گردانا گیا ہے۔ اس لئے علماء اگر بغرض تعلیم [1] ناس زبان غیر کو اس طریقہ سے کہ مُنجر بہ خللِ دین نہ ہو سیکھیں، اور حسب ضرورت لوگوں کو اس زبان میں احکام شرعیہ کی تلقین کریں تو مناسب ہے۔

---

[1] لوگوں کو تعلیم دینے کی غرض سے

حدیث شریف میں اس قدر بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں "اوتیت علم الاولین والآخرین" اس میں زبانوں [1] کے علم کے متعلق کوئی خاص لفظ نہیں ہے۔ حدیث صحیح سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حبشیوں (ایتھوپیا) کی زبان کے چند الفاظ زبان مبارک سے ادا فرمائے تھے اور حبشی اس زمانہ میں کافر تھے۔

واللہ اعلم بالصواب

---

[1] حضور نبی کریم ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں آپ کو ہر زبان کا علم دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانوں کا علم عطا کیا ہو۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سید الانبیاء والرسل محمد عربی ﷺ کو محروم رکھا گیا ہو، جبکہ آپ ﷺ سیدنا آدم علیہ السلام سے بھی علم اور فضیلت دونوں میں افضل و اعلیٰ ہیں۔ (مرتب)

تبدیلئ مذہب کرنا جائز نہیں

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کوئی شخص تبدیلی "مذہب" کرسکتا ہے یا نہیں؟ جیسے شافعی سے حنفی یا اس کے برعکس؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر کسی حنفی یا شافعی نے دنیوی نفع کے لئے یا بدون (بغیر) کسی دلیل کے بے سوچ سمجھے کسی کے کہنے پر تبدیل مذہب کرلیا ہے اس شخص نے چونکہ اپنے پہلے مذہب کی توہین کی ہے اور اس کو خفیف جانا ہے اس لئے آخرت میں گنہگار و مستحق عذاب ہے اور دنیا میں اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اگر اس کا مبلغ علم دین میں پایہ اجتہاد کو پہونچا ہوا ہے اور اپنے اجتہاد میں مذہب کے بدلنے سے شریعت کی کوئی بھلائی جانتا ہے تو ایسے شخص کے لئے تبدیل مذہب جائز ہے۔ درمختار جلد ۳ صفحہ ۱۹۶ میں ہے: ارتحل الی مذهب الشافعي يعزّر سراجية اور اسی جگہ ردمحتار میں ہے: ای اذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعا اور اسی صفحہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے: و لو ان رجلا برئ من مذهبه باجتهاد وضح له كان محمودا مأجورا اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من غرض الدنيا و شهرتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتأديب و التعزير لارتكابه المنكر في الدين و استخفافه بدينيه و مذهبه۔

واللہ اعلم بالصواب

اولیاء اللہ کے مزارات پر غلاف، عمامے، کپڑے اور پردے وغیرہ بغرض اظہار تجمل [1] وشان ڈالنا جائز ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اولیاء اللہ کے مزاروں پر جو غلاف اور عمامے اور کپڑے پردے وغیرہ بغرضِ اظہارِ تجمل وشان ڈالے جاتے ہیں کیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر چہ بعض فقہا نے اسکو مکروہ لکھا ہے مگر متاخرین نے صاحب مزار کی عزت وتوقیر کیلئے ڈالنا جائز رکھا ہے تا کہ عام لوگ صاحبِ مزار کی تعظیم کریں اور ناواقف زائرین خشوع وادب کے ساتھ زیارت کریں، جیسا کہ ردالمحتار جلد (۵) کتاب الحظر والاباحۃ ص ۲۵۳ میں ہے۔

کرہ بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والاولياء قال فی فتاوی الحجة وتكره الستور على القبور اھ-ولكن نحن نقول الان اذا قصد به التعظيم فی عيون العامة حتى لا يحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلين الزائرين فهو جائز لان الاعمال بالنيات وان كان بدعة فهو كقولهم بعد طواف الوداع يرجع القهقری حتی يخرج من المسجد اجلالا للبيت حتى قال فی منهاج السالكين انه ليس فيه سنة مروية ولا اثر محكی وقد فعله اصحابنا اھ- كذا فی كتاب كشف النور عن اصحاب القبور للاستاذ عبد الغنی النابلسی قدس سره

واللہ اعلم بالصواب

---

[1] خوبصورتی اور شان وشوکت کے اظہار کے غرض سے

اولیاء اللہ اور شہداء کی مزارات پر بغرض زیارت جانا مستحب ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اولیاء اللہ اور شہدا کے مزاروں پر بغرض زیارت جانا موجب حصول ثواب و برکات ہے یا نہیں؟ اور کیا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی یہ فعل ثابت ہے؟ اور مؤمنین کے لئے موت باعث استراحت و مسرت ہے یا نہیں؟ اور زیارت کرنے والے کو مزار پر حاضر ہو کر کیا پڑھنا چاہئے؟ اور زیارت کے آداب کیا ہیں؟ ہمارے دور میں جو طریقہ فاتحہ پڑھنے کا رائج ہے کیا اس کے لئے شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمایا جائے!

الجواب

مسلمانوں کے لئے بزرگان دین و شہداء و صلحاء کی قبور کی زیارت برکت و فیض حاصل کرنے کے لئے کرنا مستحب ہے۔ ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن جانا افضل ہے۔ شنبہ، دوشنبہ اور پنجشنبہ کو جانا بھی باعث فضیلت ہے۔ آنحضرت ﷺ اکثر بقیع میں اموات کی زیارت کے لئے تشریف فرما ہوتے تھے، اور ہر سال کی ابتداء میں شہدائے احد کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ آپ کے وصال (ظاہری) کے بعد حضرت صدیق اکبر و حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم نے بھی اپنے اپنے عہد خلافت میں اس عادت کو جاری رکھا اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی اپنی حین حیات اس کی پابند رہیں۔

ردالمحتار جلد ا کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجنازۃ مطلب فی زیارۃ القبور میں ہے:

(قولہ و بزیارۃ القبور) ای لا بأس بہ بل تندب کما فی البحر عن المجتبی فکان ینبغی التصریح بہ للامر بہا فی الحدیث المذکور کما فی الامداد و

تزار فی کل اسبوع کما فی مختارات النوازل قال فی شرح لباب المناسك الا ان الافضل یوم الجمعة و السبت و الاثنين و الخميس فقد قال محمد بن واسع الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة و یوما قبله و یوما بعده فتحصل ان یوم الجمعة افضل اه وفیه و یستحب ان یزور شهداء جبل احد لما روی ابن ابی شیبة ان النبی ﷺ کا ن یأتی قبور الشهداء بأحد علی رأس کل حول فیقول "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اس عبارت کے چند سطور بعد ہے: و اما الاولیاء فانهم متفاوتون فی القرب من الله تعالی و نفع الزائرین بحسب معارفهم و اسرارهم قال ابن حجر فی فتاواه و لا تترك لما یحصل عندها من منکرات و مفاسد کاختلاط الرجال بالنساء وغیر ذلك لان القربات لا تترك لمثل ذلك بل علی الانسان فعلها و انکار البدع بل و ازالتها ان امکن اه

اتحاف السادۃ شرح احیاء العلوم مصری جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۳ میں ہے:

و روی البیهقی فی الشعب عن الواقدی قال کان النبی ﷺ یزور الشهداء بأحد فی کل حول و اذ بلغ رفع صوته فیقول "سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" ثم ابو بکر کل حول یفعل مثل ذلك ثم عمر ثم عثمان و کانت فاطمة رضی الله عنها تأتیه و تدعو و کان سعد بن ابی وقاص یسلم علیهم ثم یقبل علی اصحابه فیقول الا تسلمون علی قوم یردون علیکم السلام

احیاء العلوم کے صفحہ ۳۶۱ میں ہے:

زیارة القبور مستحبة علی الجملة للتذکر و الاعتبار و زیارة قبور الصالحین مستحبة لاجل التّبرّك مع الاعتبار-

مؤمن صالح کے لئے موت نہایت فرحت و سرور کی چیز ہے، کیونکہ اس کو دنیا کی تمام مصیبتوں سے راحت مل جاتی ہے، اور اس کے سامنے جلال خداوندی کی وہ وسعت پیش ہو جاتی ہے کہ دنیا اس کے مقابل تنگ و تاریک قید خانہ معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کو مؤمن کے لئے تحفہ و ریحانہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد مبارک ہے کہ: مؤمن موت سے بڑھکر کسی چیز کو محبوب نہ رکھے کیونکہ خداوند عالم کی ملاقات سے بڑھ کر کوئی چیز مؤمن کو راحت و لذت دینے والی نہیں ہے۔

احیاء العلوم صفحہ ۳۸۲ میں ہے:

قال مسروق ما غبطت احدا ما غبطت مؤمنا فی اللحد قد استراح من نصب الدنیا و امن عذاب الله تعالی و قال یعلی بن الولید کنت امشی یوما مع ابی الدرداء فقلت ما تحب لمن تحب؟ قال الموت قلت فان لم یمت؟ قال یقل ماله و ولده و انما احب الموت لأنه لا یحبه الا المؤمن و الموت اطلاق المؤمن من السجن قال عبد الله بن عمر و انما مثل المؤمن حین یخرج نفسه او روحه مثل رجل بات فی سجن فاخرج منه فهو یتفسح فی الارض و یتقلب فیها و هو الذی ذکره حال من تجافی عن الدنیا و تبرم بها و لم یکن انس الا بذکر الله تعالی و کانت شواغل الدنیا تحبسه عن محبوبه و مقاماة الشهوات تؤذیه فکان الموت خلاصه من جمیع المؤذیات و انفراده بمحبوبه الذی کان به انسه من غیر عائق و لا واقع

صفحہ ۳۸۳ میں ہے:

واعلم ان المؤمن ینکشف له عقیب الموت من سعة جلال الله ما تکون الدنیا بالاضافة الیه کالسجن و المضیق و یکون مثاله کالمحبوس فی بیت مظلم فتح له باب الی بستان واسع الاکناف لا یبلغ طرفه اقصاه فیه انواع الاشجار و الانهار والثمار و الطیور فلا یشتهی العود الی السجن المظلم

صفحہ ۳۸۴ میں ہے:

و قیل لرسول الله ﷺ ان فلانا قد مات فقال مستریح او مستراح

کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۷۷ میں ہے:

قال رسول الله ﷺ "ان حفظت وصیتی فلا یکون شئ احب الیك من الموت" (الاصبهانی فی الترغیب عن انس) -وقال "الموت ریحانة المؤمن" (الدیلمی عن السبط الحسین رضی الله عنه) وقال "لیس للمؤمن راحة دون لقاء الله تعالیٰ" وقال "الموت تحفة المؤمن"

جب کوئی مزار پر بغرض زیارت حاضر ہوتو اس کو پہلے "السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا ان شاء الله بکم لاحقون و نسأل الله لنا ولکم العافیة" کہنا چاہئے، پھر مزار کے پائیں (پاؤں مبارک کی طرف) سے داخل ہوکر اور کھڑے ہوکر صاحب مزار کے لئے مغفرت (اور بلند درجات) ورحمت کی دعاء مانگے۔ پھر سورۂ فاتحہ ایک بار، قل ہواللہ تین بار یا سات بار یا گیارہ دفعہ یا بارہ دفعہ پڑھے، پھر اول سورۂ بقرہ سے مفلحون تک اور آیت الکرسی اٰمن الرسول، سورہ یٰس، سورہ ملک، سورہ تکاثر پڑھے، پھر یوں کہے کہ: اے اللہ رب العالمین میں نے یہ

جو کچھ پڑھا ہے اس کا ثواب صاحب مزار کی روح کو پہنچادے۔ سورۂ بقر کے اوائل یعنی "الم" سے "مفلحون" تک سرہانے پڑھنا چاہئے۔ اور زیارت کرنے والا اگر مزار کے پاس بیٹھنا چاہے تو چاہئے کہ قریب ودور جہاں چاہے بیٹھے مگر اس کا ضرور لحاظ رہے کہ اگر صاحب مزار اس وقت زندہ ہوتے تو یہ ان کے پاس کس طرح بیٹھتا، اسی ادب ومرتبہ کے موافق عمل کرے۔ اگر زائر کو اتنی دیر تک توقف کر کے مذکورہ بالا آیات وسورتوں کے پڑھنے کی مہلت نہیں ہے تو صرف سورہ فاتحہ اور تین دفعہ قل ہو اللہ پڑھنے پر اکتفاء کرسکتا ہے۔ سورہ فاتحہ کی چونکہ زیادہ فضائل ہیں اور انہیں فضائل کی وجہ سے یہ قرآن پاک کی ابتداء رکھا گیا ہے اور نماز میں بھی ہر رکعت کے شروع میں اس کا پڑھنا لازم گردانا گیا ہے اس لئے اموات کے لئے ایصال ثواب میں ان آیات وغیرہ کو پڑھ کر میت کی روح پر ایصال کرنے کا نام بھی "فاتحہ" رکھ دیا گیا ہے، اور ہر شخص فاتحہ کی ابتدا بھی سورہ فاتحہ ہی سے کرتا ہے جیسا کہ نماز میں قرأت قرآن کی ابتداء اسی سے کی جاتی ہے

ردالمحتار جلد ۱ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجنائز صفحہ ۶۶۴ میں ہے:

قال فی الفتح و السنة زيارة القبور قائما والدعاء عندها كما كان يفعلهﷺ فی الخروج الى البقيع و يقول السلام عليكم الخ- و فی شرح اللباب لملا على القارئ ثم من آداب الزيارة ما قالوا من انه يأتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل رأسه لانه اتعب لبصر الميت بخلاف الاول لانه يكون مقابل بصره لكن هذا اذا امكنه و الا فقد ثبت انه عليه الصلاة و السلام قرأ اول سورة البقرة عند رأس ميت و آخرها عند رجليه. و من آدابها ان يسلم بلفظ "السلام عليكم" على الصحيح لا "عليكم السلام" فانه ورد "السلام عليكم دار قوم مؤمنين و انا ان

شاء الله بكم لاحقون و نسأل الله لنا و لكم العافية" ثم يدعو قائماً طويلا و ان جلس يجلس بعيدا او قريبا بحسب مرتبته فى حال حياته اھ -قال ط و لفظ الدار مقحم او هو من ذكر اللازم لانه اذا سلم على الدار فاولى ساكنها و ذكر المشيئة للتبرك لان اللحوق محقق او المراد اللحوق على اتم الحالات فتصح المشيئة-

درمختار صفحہ ٦٦٥ میں ہے:

و يقرأ يس و فى الحديث : من قرأ الاخلاص احدى عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات

ردالمحتار میں ہے:

(قوله و يقرأ يس) كما ورد : من دخل المقابر فقرأ سورة يس خفف الله عنهم يومئذ و كان له بعدد من فيها حسنات . بحر - وفى شرح اللباب و يقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة و اول البقرة الى المفلحون و آية الكرسى و آمن الرسول و سورة يس و تبارك الملك و سورة التكاثر و الاخلاص ثنتى عشرة مرة او احدى عشرة او سبعا او ثلاثا ثم يقول : اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الى فلان او اليهم

واللہ اعلم بالصواب

متبرک مقام کی مٹی بغرض تبرک کھانا جائز ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مٹی کھانا درست ہے یانہیں؟ اکثر عورتیں اور بچے غلہ کی سیاہ مٹی شوق سے کھاتے ہیں اور بعض لوگ تحفے کے طور پر متبرک مقاموں کی مٹی لاتے ہیں اور لوگ اس کو تبرک ہونے کی وجہ سے کھالیتے ہیں۔ کیا یہ شرعا درست ہے یانہیں؟

الجواب

مٹی کھانا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ عورتوں اور بچوں کو بھی اس سے منع کرنا چاہئے۔ متبرک مقام کی مٹی بغرض تبرک کبھی کھالیں تو اس میں مضائقہ نہیں ہے، لیکن نہ کھانا بہتر ہے۔ کیونکہ جواہر الفتاوی وغیرہ کتب میں ہے کہ کراہت عام ہے خواہ کہیں کی بھی مٹی ہو الحاوی میں امام ابوالقاسم سے روایت ہے کہ مٹی کھانا احمقوں کا فعل ہے، عقلاء کا نہیں۔ محیط میں ہے: اگر عورت مٹی کھانے کی عادت بنالے تو اسے روکا جائے کیونکہ اس میں صحت و جمال کا نقصان ہے اور فائدہ کچھ نہیں۔

عالمگیری جلد ۵ کتاب الکراہۃ باب حادی عشر صفحہ ۳۷۷ میں ہے:

اکل الطین مکروہ ھکذا ذکر فی فتاوی ابی اللیث رحمہ اللہ تعالی و ذکر شمس الائمۃ الحلوائی فی شرح صومہ اذا کان یخلف علی نفسہ انہ لو اکلہ اورثہ ذلک علۃ او آفۃ لایباح لہ التناول و کذلک ھذا فی کل شئ سوی الطین و ان کان یتناول منہ قلیلاً او کان یفعل ذلک احیانا لا بأس بہ کذا فی المحیط - الطین الذی یحمل من مکۃ و یسمی طین حمزۃ ھل الکراھۃ فیہ کالکراھۃ فی اکل الطین علی ما جاء فی الحدیث؟ قال

الکراهة فی الجمیع متحدة کذا فی جواهر الفتاوی و سئل بعض الفقهاء عن اکل الطین البخاری و نحوه قال لا بأس بذلک ما لم یضر و کراهیة اکله لا للحرمة بل لتهییج الداء و عن ابن المبارك کان ابن ابی لیلی یرد الجاریة من اکل الطین وسئل ابو القاسم عمن اکل الطین قال لیس ذلک من عمل العقلاء کذا فی الحاوی للفتاوی و المرأة اذا اعتادت اکل الطین تمنع من ذلک اذا کان یوجب نقصانا فی جمالها کذا فی المحیط

واللہ اعلم بالصواب

ضمیمہ

گمراہ جماعتیں مثلاً: تبلیغی جماعت، جماعتِ اسلامی، رافضیوں، تفضیلیوں اور دُشمنانِ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر گمراہ فرقوں کے خلاف اور فضائلِ اعمال (جو تبلیغی جماعت کی درسی کتاب ہے) کو مساجد میں پڑھنے سے روکے جانے کے متعلق موجودہ مفتیانِ جامعہ نظامیہ (حیدرآباد، دکن) کے فتاوی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالافتاء جامعہ نظامیہ

شبلی گنج، حیدرآباد۔ ۵۰۰۰۶۴ تلنگانہ اسٹیٹ (الہند)

DARUL IFTA JAMIA NIZAMIA

Shibli Gunj, Hyderabad - 500 064. T. S. (INDIA) Ph : 24576772 . Fax : 24503267

E-mail : fatwa@jamianizamia.org fatwajamianizamia@yahoo.com www.jamianizamia.org

تاریخ ۱۱ / رجب المرجب ۱۴۴۰ھ

۱۹ / مارچ ۲۰۱۹ء

نشان ۵۰ ـ ۴ جلد ۱ے

الإستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسائل میں کہ:

(1) جو شخص حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق -رضی اللہ عنھما- کو بالترتیب پہلا و دوسرا خلیفہ تسلیم نہ کرے، وہ گمراہ ہے یا سنی مسلمان؟

(2) جو شخص بالترتیب حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق -رضی اللہ عنھما- پر کسی دوسرے صحابی کو افضل قرار دے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(3) تاریخ میں مذکور مشاجرات کی وجہ سے کسی بھی صحابی، خواہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہوں اُن کو بُرا بھلا کہنا اور سب و شتم کرنا اہل سنت کے نزدیک کیا حکم رکھتا ہے؟

(4) جو لوگ جناب ابو طالب کے کفر کے قائل ہیں ان کو گمراہ یا فاسق قرار دینا اور برا بھلا کہنا جائز ہے یا نہیں؟

برائے کرم بحوالہ کتب جواب باصواب سے نوازنے کی زحمت گوارہ فرمائیں!۔

مستفتی

سید محمد تنویر ہاشمی

بیجاپور

الإفتاء

ف (1):- کُل اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت پر فضیلت و تقدم حاصل ہونے کی وجہ سے حضرت رسول اللہ -صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم- کے بعد خلافت پہلے حضرت ابوبکر صدیق -رضی اللہ عنہ- کے لئے ہے، پھر حضرت عمر بن خطاب -رضی اللہ عنہ- کے لئے، پھر حضرت عثمان بن عفان -رضی اللہ عنہ- کے لئے، پھر حضرت علی ابن ابی طالب -رضی اللہ عنہ- کے لئے -اور یہی خلفائے راشدین اور ائمہ مہدیین ہیں۔

جیسا کہ العقیدۃ الطحاویہ میں ہے: ونثبت الخلافة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أولا لأبي بكر الصديق رضي الله عنه تفضيلا له وتقديما على جميع الأمة ثم لعمر بن الخطاب رضي الله عنه ثم لعثمان رضي الله عنه ثم لعلي بن أبي طالب رضي الله عنه وهم الخلفاء الراشدون والأئمة المهديون۔ (العقيدة الطحاوية)۔

حضرت ابوبکر صدیق -رضی اللہ عنہ- کی امامت اور خلافت کا انکار کرنے والا اور اسی طرح حضرت عمر -رضی اللہ عنہ- کی خلافت کا انکار کرنے والا یا امامت و خلافت کو تسلیم نہ کرنے والا کافر ہے۔ فتاوی عالمگیری، جلد: 2، ص: 264، میں ہے: من أنكر إمامة أبي بكر الصديق رضي الله عنه فهو كافر، وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر، والصحيح أنه كافر، وكذلك

(صفحہ ثانیہ)

من أنكر خلافة عمر رضی الله عنه فی أصح الأقوال۔ كذا فی الظهيرية.(فتاوی عالمگیری، کتاب السیر،الباب التاسع فی أحكام المرتدين مطلب فی موجبات الكفر)

ف2):۔تمام انبیاء کرام کے بعد مخلوق میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق۔رضی اللہ عنہ۔پھر حضرت عمر فاروق۔رضی اللہ عنہ۔پھر حضرت عثمان ذوالنورین۔رضی اللہ عنہ۔پھر حضرت علی مرتضی۔رضی اللہ عنہ۔ہیں۔یہی افضلیت کے معیار کو اہل سنت وجماعت کی علامتوں میں شمار کیا گیا ہے کہ شیخین کریمین: "حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر۔رضی اللہ عنہما۔" کی فضیلت اور ختنین کریمین: "حضرت عثمان وحضرت علی۔رضی اللہ عنہما۔" سے محبت کرتا ہے۔اور ان حضرات کے نبی کریم۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔کا خلیفہ ہونا بھی اسی ترتیب پر ہے۔ اس پر سرکار دوعالم۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام۔رضی اللہ عنہم۔جمع ہو کر بعد مباحثہ ومشاورت حضرت ابوبکر صدیق۔رضی اللہ عنہ۔کی خلافت کو تسلیم کئے اور حضرت علی۔رضی اللہ عنہ۔نے بھی علانیہ طور پر توقف کے بعد حضرت ابوبکر۔رضی اللہ عنہ۔کے ہاتھ پر بیعت کی۔اگر خلافت ان کا حق نہ ہوتا تو صحابہ کرام اتفاق نہ کرتے اور ضرور حضرت علی۔رضی اللہ عنہ۔اختلاف کرتے،اور صحابہ کرام کے بارے میں یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ باطل پر اتفاق کئے ہوں اور نص کو چھوڑ دیے ہوں۔پھر حضرت ابوبکر۔رضی اللہ عنہ۔اپنی وفات سے قبل حضرت عثمان۔رضی اللہ عنہ۔کو بلا کر حضرت عمر۔رضی اللہ عنہ۔کے لئے خلافت کی وصیت لکھوائے،اس پر مہر ثبت فرمائے اور اس کو لوگوں کے سامنے پیش کئے اور ان کو بیعت کرنے کو کہا،سب نے بیعت کی اور حضرت علی۔رضی اللہ عنہ۔کے پاس سے یہ تحریر گزری تو آپ نے بھی بیعت کی۔

"شرح عقائد نسفیہ" میں ہے:(وأفضل البشر بعد نبينا) والأحسن أن يقال، بعد الأنبياء ـــــ(أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذو النورين ثم علي المرتضى. وخلافتهم على هذا الترتيب أيضا) يعني أن الخلافة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبي بكرؓ ثم لعمرؓ ثم لعثمانؓ ثم لعليؓ. وذلك لأن الصحابة قد إجتمعوا يوم توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم في سقيفة بني ساعدة واستقر رأيهم بعد المشاورة والمنازعة على خلافة أبي بكرؓ فأجمعوا على ذلك وبايعه علي رضي الله عنه على رؤس الأشهاد بعد توقف كان منه ولو لم تكن الخلافة حقا له لما اتفق عليه الصحابة ـــ وكيف يتصور في حق أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الإتفاق على الباطل وترك العمل بالنص الوارد؟ ثم إن ابا بكر لما يئس من حياته دعا عثمان رضي الله عنه وأملى عليه كتاب عهده لعمر رضي الله عنه. فلما كتب ختم الصحيفة وأخرجها الى الناس وأمرهم أن يبايعوا لمن في الصحيفة. فبايعوا حتى مرت بعلي رضي الله عنه فقال بايعنا لمن فيها! وإن كان عمر رضي الله عنه وبالجملة وقع الإتفاق على خلافته.(شرح العقائد النسفية،ص:148/150)

ایسے اشخاص جو حضرت ابوبکر صدیق۔رضی اللہ عنہ۔اور حضرت عمر۔رضی اللہ عنہ۔پر کسی اور صحابی یا حضرت علی۔رضی اللہ عنہ۔کو فضیلت دیتے ہیں اہل سنت کے پاس بدعتی ہیں،ان سے راہ ورسم رکھنے اور ان کی مجالس میں شریک ہونے اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے سے احتراز کریں!۔"فتاوی عالمگیری" جلد:2،ص:264 میں ہے:وإن كان يفضل عليا كرم الله تعالى وجهه على أبي بكر رضي الله تعالى عنه لا يكون كافرا إلا أنه مبتدع.

اور ردالمحتار،ج:3،باب المرتد،میں ہے:وإن كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع.

شرح مقاصد،جلد:2،ص:198 میں ہے: "والمبتدع". هو من خالف في العقيدة طريقة أهل الحق وهو كالفاسق۔شرح میں ہے، وحكم المبتدع البغض والعداوة والإعراض عنه والإهانة والطعن واللعن وكراهة

(اگلا صفحہ ملاحظہ ہو)

الصلاة خلفه۔

ف(3):۔صحابۂ کرام۔رضی اللہ عنھم۔کے درمیان جو مشاجرات ہوئے ہیں ان کے بارے میں تمام مسلمانوں کو سکوت اختیار کرنا، اپنی زبانوں پر پابندی رکھنا واجب ہے؛ کیونکہ تمام صحابۂ کرام باتفاق اہل سنت 'اصحاب عدالت' ہیں، چاہے وہ آزمائش میں مبتلا ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، جیسے ابتلاء حضرت عثمان۔رضی اللہ عنہ۔اور حضرت معاویہ۔رضی اللہ عنہ۔اور واقعۂ جمل، یہ تمام امور حسن ظن کے موجب ہیں، اور ان کو اجتہاد پر محمول کیا جائے گا؛ کیونکہ ان امور کی بنیاد اجتہاد ہی پر ہے، اور ہر دو مجتہد ہیں اور اجتہاد کا حکم یہ ہے کہ جو صواب کو پائے اس کو دو ہرا اجر ملے گا اور جو خطا کرے اس کو ایک اجر ملے گا اور باتفاق اہلسنت و جماعت حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفۂ برحق ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطأ اجتہادی ہوئی۔

ابن انباری کہتے ہیں: صحابہ کرام کی عدالت سے مراد: ان کے لئے عصمت ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ مراد ان کی روایات کو دینی احکام کے لئے بغیر تردد وعدالت کے اسباب میں بحث کئے بغیر قبول کرنا ہے۔اب تک ان کی عدالت کو مجروح کرنے والی کوئی چیز نہ ہوئی، اور کسی قسم کی توجہ نہ کی جائے گی ان اخبار کی طرف جو سیرت نگاروں نے ذکر کی ہے، کیونکہ وہ صحیح نہیں، اگر وہ صحیح بھی ہوں تو ان کی صحیح تاویل کرنی ہوگی۔اسی بابت حضرت عمر بن عبدالعزیز۔رضی اللہ عنہ۔کا قول ہے: وہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالی نے ہماری تلواروں کو محفوظ رکھا، پس ہم اس میں اپنی زبانیں نہ رنگیں گے۔اور کیسے جائز ہوگا کہ ان حاملان دین پر طعنہ زنی کی جائے؟ ہم کو پیغمبر۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔کی کوئی روایت نہیں پہنچی مگر انہی کے توسط سے، پس جو کوئی صحابۂ کرام کو طعنہ دے وہ نفس دین پر طعنہ کرتا ہے۔پس ضروری ہے کہ اس قسم کے باب کو بالکلیہ بند کیا جائے! بالخصوص امیر معاویہ اور عمرو بن العاص۔رضی اللہ عنہما۔اور ان جیسے حضرات کے بارے میں۔

"الیواقیت والجواہر" ص:444، المبحث الرابع والأربعون فی بیان وجوب الكف عما شجر بين الصحابة و وجوب إعتقاد أنهم مأجورون" میں ہے: وذلك لأنهم كلهم عدول بإتفاق أهل السنة سواء من لابس الفتن ومن لم يلابسها كفتنة عثمان ومعاوية ووقعة الجمل، وكل ذلك وجوبا لإحسان الظن بهم، وحملا لهم في ذلك على الاجتهاد، فإن تلك أمور مبناها عليه، وكل مجتهد مصيب أو المصيب واحد، والمخطئ معذور بل مأجور. قال ابن الأنباري: وليس المراد بعدالتهم ثبوت العصمة لهم وإستحالة المعصية منهم، وإنما المراد قبول رواياتهم لنا أحكام ديننا من غير تكلف، بحث عن أسباب العدالة وطلب التزكية، ولم يثبت لنا إلى وقتنا هذا شئ يقدح في عدالتهم ولله الحمد! فنحن على إستصحاب ما كانوا عليه في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يثبت خلافه، ولا التفات إلى ما يذكره بعض أهل السير فإن ذلك لا يصح، وإن صح فله تأويل صحيح، وما أحسن قول عمر بن عبد العزيز رضي الله عنه: تلك دماء طهر الله تعالى منها سيوفنا، فلا نخضب بها ألسنتنا، وكيف يجوز الطعن في حملة ديننا وفيمن لم يأتنا خبر عن نبينا إلا بواسطتهم. فمن طعن في الصحابة فقد طعن في نفس دينه. فيجب سد الباب جملة واحدة لا سيما الخوض في أمر معاوية وعمرو بن العاص وأضرابهما.

تمام امت مسلمہ پر واجب ہے کہ وہ کل صحابۂ کرام۔رضی اللہ عنہم۔سے محبت کریں، اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں افراط وتفریط نہ کریں اور کسی سے بیزارگی کا اظہار نہ کریں اور ان لوگوں سے بغض رکھیں جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور خیر کے ساتھ ان کا تذکرہ نہیں کرتے۔اور صحابہ کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کریں، ان سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے نفرت کفر، نفاق اور طغیان ہے، اور جو کوئی رسول اللہ۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔کے صحابہ اور ازواج مطہرات اور ان کی اولاد کے متعلق ہر قسم کی بدگوئی سے بچتے ہوئے اچھی بات کہے وہ منافقت سے بری ہوگا۔

"العقیدۃ الطحاویۃ" میں ہے: ونحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا نفرط في حب أحد منهم، ولا نتبرأ من أحد منهم. ونبغض من يبغضهم، وبغير الخير يذكرهم. ولا نذكرهم إلا بخير. وحبهم دين وإيمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان.... ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأزواجه الطاهرات من كل دنس، وذرياته المقدسين من كل رجس، فقد برء من

(صفحہ ثانیہ)

4

التفاق۔(العقیدۃ الطحاویۃ)

نیز قاضی عیاض-رحمۃ اللہ علیہ -اپنی کتاب "الشفاء" میں تحریر فرماتے ہیں: حضور اکرم-صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم-کی تعظیم وتوقیر اور آپ کے ساتھ اچھائی کرنے کی قبیل ہی سے ہے کہ کُل صحابہ کی تعظیم کی جائے اوران کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اوران کا حق جان کران کی اقتداء کی جائے اوران کی اچھی تعریف کی جائے اوران کے لئے استغفار کیا جائے اوران کے درمیان جواختلافات ہوئے ہیں ان سے رکا جائے!۔ جواُن سے دشمنی رکھےاُن سے عداوت کی جائے، جاہل مؤرخین وگمراہ فرقوں کے اخباراورروایتوں سے جوصحابہ کی شان کومجروح کرتی ہیں اعراض کیا جائے اور جو فتنے رونما ہوئے ان کی بہترین تاویلات کی جائیں اوران کے لئے صحیح تر مصادر تلاش کئے جائیں، جس کے وہ اہل ہیں، ان میں سے کسی کا تذکرہ برائی سے نہ کیا جائے، اور نہ کسی کی کسرشان کی جائے؛ بلکہ ان کی خوبیاں، فضائل، حسن سیرت بیان کی جائے، جس کے شواہد قرآن اوراحادیث میں ہیں، اس کے ماوراء سے سکوت اختیار کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جب میرے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو زبان کو قابو میں رکھو!۔

فصل: ومن توقيره وبره صلى الله عليه وسلم توقير أصحابه وبرهم ومعرفة حقهم والاقتداء بهم وحسن الثناء عليهم والاستغفار لهم والإمساك عما شجر بينهم ومعاداة من عاداهم والإضراب عن أخبار المؤرخين وجهلة الرواة وضلال الشيعة والمبتدعين القادحة في أحد منهم، وأن يلتمس لهم فيما نقل عنهم من مثل ذلك فيما كان بينهم من الفتن أحسن التأويلات، ويخرج لهم أصوب المخارج، إذ هم أهل ذلك، ولا يذكر أحد منهم بسوء، ولا يغمص عليه أمر، بل تذكر حسناتهم وفضائلهم وحميد سيرهم، ويسكت عما وراء ذلك، كما قال صلى الله عليه وسلم: "إذا ذكر أصحابي فأمسكوا" قال الله تعالى: (محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم) إلى آخر السورة وقال (والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار) الآية وقال تعالى (لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة) وقال (رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه) الآية.

(الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض)

ف(4):-ایمان ابی طالب کا مسئلہ علمی تحقیقی مسئلہ ہے اس میں بعض محققین اپنی تحقیق کی بناء پر کفر کی طرف گئے ہیں اور بعض اپنی تحقیق کی بناء پر ایمان کی طرف گئے ہیں۔ لہٰذا ابوطالب کے قلبی احوال سے اللہ تعالی اور رسول اللہ-صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم-خوب واقف ہیں، اس بارے میں عام مسلمانوں کو کفِ لسان کرنا چاہئے، اور جولوگ کفر کے قائل ہیں ان کو بھی برا نہ کہا جائے۔ فقط۔ واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم.

محمد عظیم الدین غفرلہٗ
مفتی جامعہ نظامیہ

صح الجواب

اصاب المجیب

اصاب فیما اجاب

الجواب صحیح

اصاب من اجاب

رافضیوں اور تفضیلیوں کے خلاف جامعہ نظامیہ حیدرآباد کا فتوی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسائل میں کہ:

(۱) جو شخص حضرت ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بالترتیب پہلا و دوسرا خلیفہ تسلیم نہ کرے وہ گمراہ ہے یا سنی مسلمان؟

(۲) جو شخص بالترتیب حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما پر کسی دوسرے صحابی کو افضل قرار دے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) تاریخ میں مذکورہ مشاجرات کی وجہ سے کسی بھی صحابی، خواہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیوں نہ ہوں ان کو برا بھلا کہنا اور سب و شتم کرنا، اہل سنت کے نزدیک کیا حکم رکھتا ہے؟

(۴) جو لوگ جناب ابوطالب کے کفر کے قائل ہیں ان کو گمراہ یا فاسق قرار دینا اور برا بھلا کہنا جائز ہے یا نہیں؟

برائے کرم بحوالہ کتب جواب باصواب سے نوازنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

مستفتی

سید محمد تنویر ھاشمی

بیجاپور

الافتاء

ف: (۱) کل اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت پر فضیلت و تقدم حاصل ہونے کی وجہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہے پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے پھر حضرت

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لیے پھر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے اور یہی خلفائے راشدین اور ائمہ مہدیین ہیں۔

جیسا کہ العقیدۃ الطحاویہ میں ہے: و نثبت الخلافة بعد رسول الله ﷺ اولاً لابی بکر الصدیق رضی الله عنه. تفضیلاً له و تقدیماً علی جمیع الامة ؛ ثم لعمر بن الخطاب رضی الله عنه؛ ثم لعثمان بن عفان رضی الله عنه؛ ثم لعلی بن ابی طالب رضی الله عنه. و هم الخلفاء الراشدون و الائمة المهدیون۔

(العقیدة الطحاویة)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت اور خلافت کا انکار کرنے والا اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرنے والا یا امامت و خلافت کو تسلیم نہ کرنے والا کافر ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد: ۲ صفحہ ۲۶۴ میں ہے:

من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه فهو کافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر و کذلك من انکر خلافة عمر رضی الله تعالی عنه فی اصح الاقوال۔

(کذا فی الظهیریة (فتاوی عالمگیری، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب فی موجبات الکفر)

ف: (۲) تمام انبیاء کرام کے بعد مخلوق میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہیں یہی افضلیت کے معیار کو اہل سنت و جماعت کی علامتوں میں شمار کیا گیا ہے کہ شیخین کریمین: ''حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت اور ختنین کریمین'' حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا ہے۔ اور ان حضرات کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہونا بھی اسی ترتیب پر ہے۔ اس پر

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہوکر بعد مباحثہ و مشاورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی علانیہ طور پر توقف کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اگر خلافت ان کا حق نہ ہوتا تو صحابہ کرام اتفاق نہیں کرتے اور ضرور حضرت علی رضی اللہ عنہ اختلاف کرتے اور صحابہ کرام کے بارے میں یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ باطل پر اتفاق کئے ہوں اور نص کو چھوڑ دیے ہوں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت لکھوائے اس پر مہر ثبت فرمائے اور اس کو لوگوں کے سامنے پیش کئے اور ان کو بیعت کرنے کو کہا سب نے بیعت کی اور حضرت علی کے پاس سے یہ تحریر گزری تو آپ نے بھی بیعت کی۔

شرح عقائد نسفیہ میں ہے:

(وافضل البشر بعد نبينا) والاحسن ان يقال : بعد الانبياء ...... (ابوبكر الصديق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذو النورين ثم على الرتضى وخلافتهم على هذا الترتيب ايضا) يعنى ان الخلافة بعد رسول الله ﷺ لابى بكر رضی اللہ عنہ ثم لعمر رضی اللہ عنہ ثم لعثمان رضی اللہ عنہ ثم لعلى رضی اللہ عنہ. وذلك لان الصحابة قد اجتمعوا يوم توفى رسول الله ﷺ فى سقيفة بنى ساعدة واستقر رأيهم بعد المشاورة والمنازعة على خلافة ابى بكر رضی اللہ عنہ فاجمعوا على ذلك وبايعه على رضی اللہ عنہ على رؤس الاشهاد بعد توقف كان منه ولو لم تكن الخلافة حقا له لما اتفق عليه الصحابة.... وكيف يتصور فى حق اصحاب رسول اله ﷺ الاتفاق على الباطل وترك العمل بالنص الوارد؟ ثم ان ابابكر لا يئس من حياته دعا عثمان رضی اللہ عنہ واملى عليه كتاب عهده لعمر رضی اللہ عنہ فلما كتب ختم الصحيفة واخرجها الى الناس وامر هم ان

يبايعوا لمن فى الصحيفة فبايعوا حتى مرت بعلى رضی اللہ عنہ فقال بايعنا لمن فيها ! وان كان عمر رضی اللہ عنہ وبالجملة وقع الاتفاق على خلافته۔

(شرح العقائد النسفية. ص:۱۴۸/۱۵۰)

ایسے اشخاص جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کسی اور صحابی یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں اہل سنت کے پاس بدعتی ہیں ان سے راہ و رسم رکھنے اور ان کی مجالس میں شریک ہونے اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے سے احتراز کریں۔فتاوی عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ میں ہے۔

وان كان يفضل عليا كرم الله تعالى وجهه على ابى بكر رضی اللہ عنہ لا يكون كافرا الا انه مبتدع۔

اور ردالمحتار ج:۳ باب المرتد، میں ہے:

وان كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع۔

شرح مقاصد، جلد:۲، صفحہ:۱۹۸ میں ہے:

والمبتدع هو من خالف فى العقيدة طريقة اهل الحق وهو كالفاسق [1]

شرح میں ہے۔ وحكم المبتدع البغض والعداوة والاعراض عنه والاهانة والطعن واللعن و كراهية الصلاة خلفه۔ [2]

---

[1] ترجمہ: بدعتی وہ ہے جو عقیدہ میں اہل حق کے طریقہ کی مخالفت کرے اور وہ فاسق کی طرح ہے۔(بلکہ عام فاسق سے بدتر ہے) فسق فی العقیدہ فسق فی العمل سے زیادہ خطرناک ہے، فسق فی العمل سے انسان گمراہ نہیں ہوتا لیکن فسق فی العقیدہ سے انسان گمراہ، بدعتی کے حکم میں ہوتا ہے۔ (مرتب)

[2] ترجمہ: بدعتی (بدعقیدہ) کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کے ساتھ بغض وعداوت رکھی جائے اور (ہر وقت) اس سے کنارہ کشی کی جائے (ہمیشہ) اس کی توہین ہو اور اس پر لعن طعن کیا جائے اور (اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کیا جائے کیونکہ) اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔) (مرتب)

ف:(۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو مشاجرات ہوئے ہیں ان کے بارے میں تمام مسلمانوں کو سکوت اختیار کرنا اپنی زبانوں پر پابندی رکھنا واجب ہے کیونکہ تمام صحابہ کرام باتفاق اہلسنت اصحابِ عدالت ہیں چاہے وہ آزمائش میں مبتلا ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، جیسے ابتلاء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور واقعۂ جمل یہ تمام امور حسن ظن کے موجب ہے اور ان کو اجتہاد پر محمول کیا جائے گا کیونکہ ان امور کی بنیاد اجتہاد ہی پر ہے اور ہر دو مجتہد ہیں اور اجتہاد کا حکم یہ ہے کہ جو صواب کو پائے اس کو دوہرا اجر ملے گا اور جو خطا کرے گا اس کو ایک اجر ملے گا اور باتفاق اہلسنت و جماعت حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفۂ برحق ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطا اجتہادی ہوئی۔

ابن انباری کہتے ہیں: صحابہ کرام کے عدالت سے مراد ان کے لئے عصمت ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ مراد ان کی روایت کو دینی احکام کے لیے بغیر تردد عدالت کے اسباب میں بحث کئے بغیر قبول کرنا ہے۔ اب تک ان کی عدالت کو مجروح کرنے والی کوئی چیز نہ ہوئی اور کسی قسم کی توجہ نہ کی جائے گی ان اخبار کی طرف جو سیرت نگاروں نے ذکر کی ہیں، کیونکہ وہ صحیح نہیں، اگر وہ صحیح بھی ہوں تو ان کی صحیح تاویل کرنی ہوگی۔ اسی بابت حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا قول ہے وہ ایسے خون ہے جن سے اللہ تعالی نے ہماری تلواروں کو محفوظ رکھا پس ہم اس میں اپنی زبانی نہ رنگیں گے۔ اور کیسے جائز ہوگا کہ ان حاملان دین پر طعنہ زنی کی جائے؟ ہم کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی روایت نہیں پہنچتی مگر انہی کے توسط سے، پس جو کوئی صحابہ کرام کو طعنہ دے وہ نفس دین پر طعنہ کرتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس قسم کے باب کو بالکلیہ بند کیا جائے، بالخصوص امیر معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اور ان جیسے حضرات کے بارے میں۔

الیواقیت والجواھیر صفحہ ۴۴۴

المبحث الرابع والاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابة و وجوب اعتقاد انهم ماجورون " میں ہے: وذلك لانهم كلهم عدول باتفاق اهل السنة سواء من لابس الفتن ومن لم يلابسها كفتنة عثمان و معاوية ووقعه الجمل، وكل ذلك وجوبا لاحسان الظن بهم وحملا لهم فی ذلك على الاجتهاد فان تلك امور مبناها عليه وكل مجتهد مصيب او المصيب واحد والمخطئی معذور بل مأجور۔ قال ابن الانباری: وليس المراد بعد التهم ثبوت العصمة لهم واستحالة المعصية منهم وانما المراد قبول رواياتهم لنا احكام ديننا من غير تكلم يبحث عن اسباب العدالة وطلب التزكية ولم يثبت لنا الی وقتنا هذا شئی يقدح فی عدالتهم ولله الحمد۔ فنحن على استصحاب ما كانوا عليه فی زمن رسول الله ﷺ حتى يثبت خلافة ولا التفات الی ما يذكره بعض اهل السير فان ذلك لا يصح وان صح فله تاويل صحيح وما احسن قول عمر بن عبد العزيز رضی اللہ عنہ تلك دماء طهر الله تعالى منها سيوفنا فلا نخضب لها السنتنا و كيف يجوز الطعن فی حملة ديننا وفيمن لم يأتنا خبر عن نبينا الا بواسطتهم فمن طعن فی الصحابة فقد طعن فی نفس دينه فيجب سد الباب جملة واحدة لا سيما الخوض فی امر معاوية وعمرو بن العاص واضرابهما۔

تمام امت مسلمہ پر واجب ہے کہ وہ کل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کریں اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں افراط وتفریط نہ کریں اور کسی سے بیزارگی کا اظہار نہ کریں اور ان لوگوں سے بغض رکھیں جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور خیر کے ساتھ ان کا تذکرہ نہیں کرتے اور صحابہ کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کریں ان سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے نفرت کفر، نفاق

اور طغیان ہے اور جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور ازواج مطہرات اور ان کی اولاد کے متعلق ہر قسم کی بدگوئی سے بچتے ہوئے اچھی بات کہے وہ منافقت سے بری ہوگا۔

العقیدۃ الطحاویہ میں ہے:

(وَنُحِبُّ أصحابَ رسولِ الله ولَا نُفرِّطُ فی حُبِّ أحدٍ مِنْهُمْ. ولَا نَتبرّأ مِنْ أحدٍ مِنهم، ونُبغض مَنْ يبغضهم، وبغير الخيرِ يذكرهم، ولَا نَذكُرهم إلَّابعَفوٍ، وحُبّهم دينٌ، وإيمانٌ، وإحسانٌ، وبُغضهم كُفرٌ، ونفاقٌ، وطغيانٌ).ومن احسن القول فی اصحاب رسول الله ﷺ وازواجه الطاهرات من كل دنس وذرياته المقدسين من كل رجس فقد برء من النفاق (العقيده الطحاويه)

نیز قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الشفاء'' میں تحریر فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور آپ کے ساتھ اچھائی کرنے کی قبیل ہی سے ہے کہ کل صحابہ کی تعظیم کی جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور ان کا حق جان کر ان کی اقتداء کی جائے اور ان کی اچھی تعریف کی جائے اور ان کے لیے استغفار کیا جائے اور ان کے درمیان جو اختلافات ہوئے ہیں ان سے روکا جائے ۔ہے جو ان سے دشمنی رکھے ان سے عداوت کی جائے جاہل مؤرخین و گمراہ فرقوں کے اخبار اور روایتوں سے جو صحابہ کی شان کو مجروح کرتی ہیں اعراض کیا جائے اور جو فتنے رونما ہوئے ان کی بہترین تاویلات کی جائیں اور ان کے لئے صحیح تر مصادر تلاش کئے جائیں جس کے وہ اہل ہیں ان میں سے کسی کا تذکرہ برائی سے نہ کیا جائے اور نہ کسی کی کسر شان کی جائے بلکہ انکی خوبیاں فضائل حسن سیرت بیان کی جائے جس کے شوائد قرآن اور احادیث میں ہیں اور اس کے ماوراء سکوت اختیار کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے'' جب میرے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو زبان کو قابو میں رکھو''

فصل و من توقيره وبره ﷺ توقير اصحابه و برهم و معرفة حقهم والاقتداء بهم وحسن الثناء عليهم والاستغفار لهم والامساك عما شجر بينهم و معاداة من عاداهم والاضراب عن اخبار المؤرخين وجهلة الرواة وضلال الشيعة والمبتدعين القادحة فی احد منهم وان يلتمس لهم فيما نقل عنهم من مثل ذلك فيما كان بينهم من الفتن احسن التأويلات ويخرج لهم اصوب المخارج اذهم اهل ذلك ولا يذكر احد منهم بسوء ولا يغمص عليه امر بل نذكر حسناتهم و فضائلهم وحميد سيرهم ويسكت عما وراء ذلك كما قال صلى الله عليه وسلم اذا ذكر اصحابي فامسكوا "قال الله تعالیٰ (مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ)[1] الى اخر السورة وقال (وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ) [2] الآية وقال تعالی (لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ)[3] وقال (رِجَالٌ

---

[1] ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اُسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تا کہ اُن سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔ (کنز الایمان) ﴿الفتح: ۲۹﴾

[2] ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو (پیروی کرنے والے) ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ (کنز الایمان) ﴿التوبة: ۱۰۰﴾

[3] ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ (کنز الایمان) ﴿الفتح: ۱۸﴾

صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيۡهِ [1] الآية۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض)

ف: (۴) ایمان ابی طالب کا مسئلہ علمی تحقیقی مسئلہ ہے اس میں بعض محققین اپنی تحقیق کی بناء پر کفر کی طرف گئے ہیں۔ اور بعض اپنی تحقیق کی بنا پر ایمان کی طرف گئے ہیں لہذا ابو طالب کے قلبی احوال سے اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ خوب واقف ہیں اس بارے میں عام مسلمانوں کو کفِّ لسان کرنا چاہیے اور جو لوگ کفر کے قائل ہیں ان کو بھی برا نہ کہا جائے۔ فقط۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

محمد عظیم الدین غُفر لہ

مفتی جامعہ نظامیہ

دار الافتاء

جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

---

[1] ترجمہ: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو اُن میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔ (کنز الایمان) ﴿الأحزاب: ۲۳﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالافتاء جامعہ نظامیہ
شبلی گنج، حیدرآباد۔ ۵۰۰۰۶۴ اے پی (الہند)
DARUL IFTA JAMIA NIZAMIA
Shibli Gunj, Hyderabad - 500 064. A.P. (INDIA) Ph : 24576772 . Fax : 24503287
E-mail : fatwa@jamianizamia.org fatwajamianizamia@yahoo.com www.jamianizamia.org

حامداً و مصلیاً

الجواب

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابی رسول ہونا تمام ائمہ مجتہدین ائمہ حدیث فقہائے اہل سنت والجماعت کے پاس متحقق ہے اور صحابہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ صحابہ کرام سے محبت رکھیں۔ ان میں سے کسی کی محبت میں افراط نہ کریں اور کسی سے نفرت نہ کریں اور لعن طعن نہ کریں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور برائی سے ان کا ذکر کرتے ہیں ان افراد سے بغض رکھیں۔ صحابہ کا ذکر خیر ان کی محبت دین، ایمان، احسان ہے۔ ان سے بغض کفر نفاق طغیان ہے۔ عقیدہ الطحاوی میں ہے: ونحب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولانفرط فی حب أحدمنهم ولانتبرأ من احد منهم و نبغض من يبغضهم و بغير الخير يذكرهم، ولا تذكرهم الابخير، وحبهم دين و ايمان و احسان و بغضهم كفر و نفاق و طغيان ۔

پس جو بھی شخص صحابی رسول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فاسد اعتقاد رکھتے ہوئے بدگوئی کرے وہ کفر و نفاق و طغیان سے خالی نہ ہوگا۔

اگر کوئی پیر ایسا اعتقاد رکھتا ہو تو اس سے بیعت ختم کر لینی چاہئے۔

فقط والسلام

۱۲/محرم الحرام ۱۴۳۹ھ
۳/اکٹوبر ۲۰۱۷ء

[دستخط]
مفتی جامعہ نظامیہ

صحابہ سے بغض رکھنا کفر ونفاق اور طغیان ہے

الجواب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابی رسول ہونا تمام ائمہ مجتہدین ائمہ حدیث فقہائے اہل سنت و جماعت کے پاس متحقق ہے اور صحابہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ صحابہ کرام سے محبت رکھیں اور ان میں سے کسی کی محبت میں افراط نہ کریں اور کسی سے نفرت نہ کریں اور لعن طعن نہ کریں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور برائی سے ان کا ذکر کرتے ہیں ان افراد سے بغض رکھیں۔ صحابہ کا ذکر خیر ان کا محبت دین، ایمان، احسان ہے۔ ان سے بغض کفر نفاق طغیان ہے۔

عقیدہ طحاوی میں ہیں:

(وَنُحبُّ أصحابَ رسولِ اللهِ ﷺ ولَا نُفرِّطُ فی حُبِّ أحدٍ مِنهُمْ، ولَا نَتبرَّأ مِنْ أحدٍ مِنهم، ونُبغض مَنْ يبغضهم، وبغير الخيرِ يذكرهم، ولَا نَذكرهم إلّا بخيرٍ، وحُبّهم دينٌ، وإيمانٌ، وإحسانٌ، وبُغضهم كُفرٌ، و نفاقٌ، و طغيانٌ)

پس جو بھی شخص صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فاسد اعتقاد رکھتے ہوئے بد گوئی کرے وہ کفر ونفاق وطغیان سے خالی نہ ہوگا۔

اگر کوئی پیر ایسا اعتقاد رکھتا ہو تو اس سے بیعت ختم کر لینی چاہیے۔

۱۲/محرم الحرام/۱۴۳۹ھ

۱/۳ کتوبر/۲۰۱۷ء

فقط والسلام

محمد عظیم الدین غفرلہ

مفتی جامعہ نظامیہ (حیدرآباد دکن)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید امام ہے لیکن کسی دینی درسگاہ کا فارغ نہیں بلکہ صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا، ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟ مسلمانوں میں جو مختلف فرقے اور جماعتیں ہیں مثلاً تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی وغیرہ، کیا امامت کے لیے کسی جماعت سے تعلق رکھنا ضروری ہے، کونسی جماعت و فرقہ حق پر ہے؟ بینوا توجروا۔

تاریخ ۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۰ء
۲۷ اگست ۱۹۸۹ء
نشان [illegible]
[illegible]

الافتاء

صورت مسئولہ میں زید جب مسائل نماز اور قرأۃ و تجوید سے واقف نہیں ہے تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔ اس کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگی۔ فرقہ ہائے اسلام میں اہل سنت وجماعت، حق پر ہے، باقی سب گمراہ، جماعت تبلیغی، و جماعت اسلامی بھی گمراہی کا شکار ہیں فقط واللہ اعلم بالصواب

مفتی جامعہ نظامیہ

الجواب صحیح
[illegible]

تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی اور کل باطل فرقے گمراہ ہیں جامعہ نظامیہ حیدرآباد، دکن کا فتویٰ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کے زید امام ہے لیکن کسی دینی درسگاہ کا فارغ نہیں بلکہ صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا، ایسے شخص کو امام بنانا کیسا؟ مسلمانوں میں جو مختلف فرقے اور جماعتیں ہیں مثلاً تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی وغیرہ، کیا امامت کے لئے کسی جماعت سے تعلق رکھنا ضروری ہے، کون سی جماعت وفرقہ حق پر ہے۔ بینوا توجروا

بتاریخ ۲۸/محرم الحرام/۱۴۱۰ھ

بمطابق ۱/۳۱ گست/۱۹۸۹ء

نشان ۴۶ جلد...

الافتاء

صورت مسؤلہ میں زید جب مسائل نماز اور قرأت وتجوید سے واقف نہیں ہے تو اس کو امام نہ بنایا جائے اس کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگی فرقہ ہائے اسلام میں ''اہلسنت و جماعت'' حق پر ہے۔ مابقی سب گمراہ، جماعت تبلیغی و جماعت اسلامی بھی گمراہی کا شکار ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

مفتی جامعہ نظامیہ (حیدرآباد دکن)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اکثر مساجد میں تبلیغی نصاب اور فضائل اعمال کے نام سے جو کتاب ہے جس کے مصنف مولوی محمد زکریا صاحب مرحوم ہیں پڑھی جارہی ہیں روک دیا گیا ہے کیونکہ اس کی وجہ اہل سنت وجماعت کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس کے بدلے قرآن پاک کا ترجمہ مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم اور تفسیر مولانا عبدالباری صاحب مرحوم پڑھی جارہی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کمیٹی کا یہ اقدام صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

نشان ۲۲۴۶
جلد سی ہشتم

الافتاء

صورت مسئولہ میں مسجد کمیٹی کا اقدام صحیح ہے۔ کیونکہ اہل سنت وجماعت کے عقائد واعمال کی تبلیغ وصیانت اور اہل سنت وجماعت کو غیر اس کی طرف مائل ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ اہل سنت کو متاثر کرنے والی کتابوں اور تقریروں کو روکا جانا بھی ضروری ہے۔ درمختار میں ہے۔
ویمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ فقط واللہ اعلم بالصواب

الرقم ۱۴ رمضان المظفر ۱۴۰۳ھ
۱۳ اکتوبر ۱۹۸۳ء
مفتی ساطعہ [illegible]

الجواب صحیح بدون
[illegible]

فضائل اعمال (تبلیغی نصاب) کو مساجد میں پڑھنے سے روکا جائے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر مساجد میں تبلیغی نصاب اور فضائل اعمال کے نام سے جو کتاب ہے جس کے مصنف مولوی محمد زکریا صاحب مرحوم [۱] ہیں پڑھی جارہی ہیں روک دیا گیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اہل سنت و جماعت کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے، اس کے بدلے قرآن پاک کا ترجمہ (اعلیٰ حضرت) مولانا احمد رضا خان صاحب (علیہ الرحمہ) مرحوم اور تفسیر مولانا عبد الباری صاحب مرحوم پڑھی جارہی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کمیٹی کا یہ اقدام صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

نشان ۴۳۶
جلد سی و ہشتم

الافتاء

صورت مسئولہ میں مسجد کی کمیٹی کا اقدام صحیح ہے۔ کیونکہ اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال کی تبلیغ و صیانت اور اہل سنت و جماعت کو غیروں کی طرف مائل ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ اہلسنت کو متاثر کرنے والی کتابوں اور تقریروں کو روکا جانا بھی ضروری ہے۔ درمختار میں ہے۔

ویمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ فقط واللہ اعلم بالصواب

المرقوم ۱۰/صفر المظفر/۱۴۰۸ھ
بمطابق ۱/۵ کٹوبر/۱۹۸۷ء
مفتی جامعہ نظامیہ
الجواب صحیح بلا ریب
مفتی عبد الجلیل اشرفی

---

[۱] گمراہ اور کافر و مرتد کو مرحوم کہنا ناجائز و حرام ہے۔ (مرتب)

علماء جامعہ نظامیہ وعلماء حیدرآباد دکن کا تاریخی فتوی

اضافہ

مرزائیوں، قادیانیوں، چکڑالویوں، خاکساریوں، نیچریوں، وہابیوں، نجدیوں، غیر مقلدین (نام نہاد اہل حدیث) رافضیوں، خارجیوں، بہائیوں اور صلح کلیوں، کاندھلویوں اور اکابر دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی اور اس کی بدنام زمانہ کتاب حفظ الایمان اور براہین قاطعہ مصنف: مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی اور تحذیر الناس، مصنف: مولوی قاسم نانوتوی کے متنازع فیہا عبارات کے کفریہ ہونے کے متعلق''

علماء حیدرآباد اور فاضلین جامعہ نظامیہ حیدرآباد (دکن) کا تاریخی فتوی۔

علماء حیدرآباد کا تاریخی فتویٰ

وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ غیر مقلدین کی پہچان

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ پُرآشوب وفتن میں اکثر وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ وغیر مقلدین ورافضیہ نے اپنا شعار بنالیا اور تجربہ ہائے متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ یہ مذکورہ فرقے مدتوں میلاد شریف بھی کرتے ہیں اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ المدد کو دکھلانے کو دن رات پڑھتے ہیں بلکہ قوالی تک سنتے ہیں اور جب لوگ ان کے معتقد ہو جاتے ہیں اور ان سے میل جول اچھی طرح ہو جاتا ہے پھر مذکورہ باتوں کو بدعت اور کفر نہیں بتاتے بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوب تعریف کرتے ہیں۔

جب مسلمان ان کے قریب ہی آجاتے ہیں تو پہلے فاتحہ خوانی وختم آیت کریمہ ختم کرنے وغیرہ سے روکتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا درجہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ انہیں کی نذر ونیاز کرو، میلاد شریف کرو، اولیاء اللہ میں کیا رکھا ہے۔

جب یہاں جالیا تو اور آگے بڑھتے ہیں کہ سیکڑوں روپے میلاد میں خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرو تو کتنا ثواب ہے۔ اگر اہلسنت [illegible]

جریدہ اسلام خاتم ۳۴ سنی آواز۔ ناگپور

کہ بیان حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ہمارا تعلق لگا بیٹھے وہ تو یہ اللہ تعالی [illegible] کے محبوب ہیں ان کے [illegible] اپنا جیسا سمجھ لیتا ہے۔ تو ہے روتے کے [illegible] اس مرکب بنانے کو [illegible] دیکھیے بزرگوں کا طور ہے معاذ اللہ مولوی [illegible] اور [illegible] صاحب [illegible] صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان مبارک میں [illegible] تو ہین اور بعض [illegible] عوام تک کی تعظیم و تکریم [illegible] میں [illegible] ہوتے ہیں اور [illegible] سامنے مسلمانوں کا راہ راست [illegible] پر لانا دشوار ہو جاتا ہے [illegible]

لہذا ایسے بد مذہبوں [illegible] وقت جو گھر گھر فتنے ہو رہے ہیں ان کی جڑ کٹ جائے اور جو بد مذہبوں کی [illegible] جماعت کی نمازیں برباد ہو رہی ہیں وہ بھی بچ جائیں۔ ان مذکورہ [illegible] مفصل بیان ساتھ دلائل کے مرحمت فرمائیے

بینوا [illegible] توجروا

المستفتی [illegible] ضلع تھمپور جھنسوہ (یوپی)

[illegible]

الجواب [illegible]

صورت مسئولہ و مرقومہ [illegible] تم دیکھو کہ بلا خوف جاتی وہاں کوئی گمرا یا موقع یا درویش قادری یا چشتی یا [illegible] یا سہروردی کسی بھی وہابی دیوبندی کی چکڑالوی یا قادیانی یا [illegible] یا نیچری و رافضی وخارجیہ کو مطلوبہ و مستحقہ [illegible] تعظیم و تکریم جائز سہ ہیں [illegible] کی صورت ایسے وہابی نجدی جیسوں کی نوبت کفر و ارتداد تک پہنچ گئی ہے [illegible] الامام اور بزرگ علماء حرمین شریفین وغیرہم میں سے ہیں پران کی کفری عبارتوں کی وجہ سے علماء عرب و عجم نے کفر و ارتداد کا فتوی دیا جس کی صراحت مجدد و ماتہ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل

جریدہ اسلام خاتم ۳۵ سنی آواز۔ ناگپور

بریلوی کی تصنیف حسام الحرمین میں موجود ہے۔ پس جو شخص ان بد مذہبوں کی تعظیم و تکریم کرتا ہو ان کے ساتھ دلی محبت کے ساتھ پیش آتا ہو۔ وقت بے وقت ان کی حمایت کرنے لگتا ہو اور بد مذہب اس کے پاس محبت سے تحفے جاتے ہوں۔ اس کی تعریف کرتے ہوں۔ خواہ بزرگ یا امام میلاد شریف و گیارہویں شریف کرے، اگر چہ جبہ، دستار، اللہ اکبر کا نعرہ ہے یقیناً جان لو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ دشمن ایمان کا چور اور گمراہ کرنے والا ہے اور گمراہ بھی ہے اور گمراہ۔

چنانچہ باب الاعتصام مشکوۃ شریف میں

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام

رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

یعنی شعب الایمان بیہقی میں ہے،

جس نے بدعتی کی تعظیم و تکریم کی بے شک اس نے اسلام کی دیوار ڈھانے میں مدد کی سمجھیے کہ مرتد فاسق کی مدد کرنے والا کون ہوا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے،

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم الآیۃ۔

ترجمہ، تم نہ پاؤ گے جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بد دینوں اور بد مذہبوں اور خدا رسول کی شان میں گستاخی

اور بے ادبی کرنے والوں سے میل جول و محبت و تعظیم و تکریم کرنا اگر چاہئے یا پیر ہو جب ان کی بدعقیدگی ثابت ہو جائے تو ان سے دور و نفور رہیں۔ جیسا کہ مولانا روم علیہ الرحمہ مثنوی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

باطلان را چہ ربایند باطلی
عاطلان را چہ خوش آید عاطلی
زانکہ ہر جنس را باید جنس خود
گاؤ سوئے شیر نر کے رو نہد
گرگ بر یوسف کجا عشق آورد
جز مگر از مکر تا او را خورد
چوں ابوبکر از محمد بردہ بود
گفت ہذا لیس وجہا کاذب
چونکہ بوجہل از اصحاب درد
دید صد شق قمر باور نکرد
گر خفاشے راز خورشید نوریست
ایں دلیل آمد کہ آں خورشید نیست
نفرت خفاشگاں باشد دلیل
کہ منم خورشید تابان
گر گلاب را جعل راغب شود
آں دلیل نا گلابی می بود
گر شود قلبے خریدار محک
در محکی اش در آید نقص و شک

ترجمہ: یعنی اہل باطل کی اہل باطل ہی پر نظر پڑتی ہے اور بیکاروں کو بیکاری اچھے لگتے ہیں۔

۱ ہر جنس کا میلان اپنی ہی جنس کی طرف ہوتا ہے۔ گائے کبھی شیر کی طرف نہیں جا سکتی۔
۲ بھیڑیا یوسف علیہ السلام پر کیا عاشق ہو سکتا ہے۔ البتہ مکر و فریب سے کھانے کو تیار ہے۔
۳ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبوئے محمدی ازل سے پہنچ چکی تھی کہ صورت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہ صورت جھوٹوں کی نہیں ہے۔
۴ اور ابوجہل کے دل میں درد عشق نہیں تھا کیونکہ معجزہ شق القمر دیکھ کر بھی باور نہیں کیا نہ ایمان لایا۔
۵ پس اگر چمگادڑ سورج سے نفرت کرے تو یقیناً وہ جان لے کہ سورج سورج ہی نہیں ہے۔ یعنی اگر وہابی دیوبندی نجدی سے سنی عالم یا امام محبت کرے تو یقیناً جان لو کہ وہ سنی کبھی ہرگز سنی عالم نہیں۔
۶ ہاں چمگادڑ کی نفرت کی دلیل یہ ہے اس امر کی کہ بلاشبہ وہ سورج سورج ہے۔ یعنی اگر تم دیکھو کہ مجمع فرقہ وہابیہ نجدیہ سنی عالم سے نفرت کرتا ہے تو یقیناً جان لو کہ وہ عالم پکا سنی حنفی ہے۔
۷ اگر گوبر کا کیڑا گلاب کی طرف محبت کرے تو جان لو کہ وہ گلاب ہرگز نہیں۔
۸ جس کسوٹی کی طرف کھوٹا سونا مائل ہو جائے جان لیجئے کہ وہ کسوٹی کسوٹی نہیں ہے۔ اسی طرح وہابی نجدی دیوبندی کسی سنی فرضی مولوی سے خوش رہتے ہیں۔ جو صلح کلی ہوں اور اپنے ہر معاملے کے فیصلے کے لئے اسی کی طرف دوڑتے ہیں جو ورنہ

فرقہ وہابیہ دیوبندیہ مرزائیہ، قادیانیہ چکڑالویہ و نیچریہ
وخاکساریہ و نجریہ و رافضیہ و خارجیہ و گاندھویہ و صلح کلیہ
وغیرہ سے ہو۔ اگرچہ یہ مذکورہ فرقے کلمہ پڑھتے ہوں اور مولوی
مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت کفریہ جیسے حفظ الایمان
صفحہ ۸ پر موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو
دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے
یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا
تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ
بہائم و جمیع حیوانات کے لیے بھی حاصل ہے۔ یعنی اس
عبارت کو صحیح اور ایسی تشبیہ ہو کر ہر ایک جانور ہر ایک چارپائے
ومجنوں و بہائم و درندوں سے دینا ہو کر کھلا کفر ہے جو مذہب
صحیح بتلاتے ہوں تو ایسے بدمذہبوں سے اپنے دین کی حفاظت
اور الحاد کی چالوں اور ابلہ فریبیوں سے ایمان کو بچانا اور
دینی عالموں کی حفاظت کرنا فرض اولیں ہے اور تقلید ائمہ اربعہ
کی حق ہے۔

ترمذی میں ہے۔

یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین والسنتہم
احلی من السکر وقلوبہم قلوب الذئاب ذکرہ فی المشکوٰۃ
رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن یعنی نکلیں گے آخر
زمانے میں ایسے لوگ کہ حاصل کریں گے دنیا کو دین کے
بدلے اور زبانیں ان کی میٹھی ہوں گی شکر سے اور قلوب ان کے
بھیڑیے کے ہوں گے ۲۰۲ کی اس کو مشکوٰۃ میں اور روایت

کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن ہے انتہی
پس معلوم ہوا ان احادیث سے کہ زمانہ تبع تابعین پر تمام ہوا اور بعد اس کے
زمانے کے فسادوں بدن ترقی پر ہے۔ چنانچہ تقلید معین مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک
کی کرنا واجب ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے۔

قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز للاربع فلا یجوز الاتباع لمن
حدث مجتہداً مخالفهم

یعنی تحقیق واقع ہوا اجماع اس بات پر کہ تقلید جائز نہیں، مگر
ان چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید جائز ہے۔ البتہ
ایک کی اس کی پیروی جائز نہیں ہو کر نیا مجتہد بننے کا دعویٰ کر
اور مخالف ائمہ اربعہ کا پس چاروں ائمہ اربعہ میں سے ایک کی
تقلید کرنا واجب ہے۔

مسلمانوں کا یہ مذہب ہے وہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ہونا بھی ممکن بتلاتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ومن اصدق من اللہ قیلا، ومن اصدق من اللہ حدیثا۔

یعنی کون ہے بڑا سچا اللہ تعالیٰ سے اپنی بات میں پس
جو شخص اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ہونا صحیح بتائے وہ اسلام سے
خارج ہے۔

پس جو بدمذہب مذکورین کا معتقد ضرور وہابی نجدی ہے۔ علماء کرام کے فتاوے
ان وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ کے بارے میں مشتہر ہو چکی دے چکے ہیں۔ ان کے پیچھے
نماز ہرگز جائز نہیں۔

یہ بدمذہب تقیہ بازی بھی اپنے مذہب کو چھپا کر سنی مسلمانوں کو دھوکا دینا
یہ ان کا ازلی عمل یا یہ ثبوت کو پہنچا ہے۔ مسلمان ہوشیار رہیں کہ یہ بدمذہب اپنے

محمد اسلام نمبر ۴۰ سنی آواز، ناگپور

ذاتی فائدے سے موقع پا کر اپنے عقائد کو چھپا کر اپنے آپ کو خالص سنی ظاہر کرتے ہیں۔ بہرحال اہل انصاف سنی مسلمان ان کے تقیہ بازی سے آگاہ رہیں۔ ان کی ظاہرہ کلمہ گوئی و قبلہ روئی وغیرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔

قال اللہ تعالی ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین۔

ترجمہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالی اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔

(ایمان سے یہ آیتیں منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں) جو کہ باطن میں کافر تھے اور ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان بتلاتے تھے اللہ تعالی فرماتا ہے وما ھم بمؤمنین وہ ایمان والے نہیں۔ اس آیت کریمہ کے مصداق وہابیہ، دیوبندیہ، نجدیہ و منافقین اسلام سے خارج ہیں چنانچہ تمام مذاہب گمراہ و گمراہ گر۔ وہابیہ، دیوبندیہ، نجدیہ سے جو سنی عالم یا امام یا استاد یا پیر سے محبت رکھے تو یقیناً وہ مولوی یا امام یا استاد یا شیخ المعتقد ہرگز نہیں۔ ایسے ڈاکوؤں سے ایمان اور اپنی نمازیں بچانا ان کی چرب زبانی و ساوس شیطانی ڈھکوسلوں سے دور و نفور رہیں۔ ان بدمذہبوں کے تعلق سے لا تعدادوا لا تعصی ہیں (گنتی کے باہر)

جو سنی عالم یا امام یا پیر یا استاد کوئی مسلمان ایسے مرتدوں کو کافر نہ جانے گا وہ خود کافر ہو جائے گا۔ جس کی تصریح شیخ الاسلام والمسلمین مجدد مائۃ حاضرہ اعلی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حسام الحرمین میں فرما چکے ہیں جس پر علماء عرب و عجم کی تصدیق ہے جس پر عمل کرنا ہر مسلمانوں پر واجب ہے۔ اس لیے کہ ان بدمذہبوں نے اللہ تعالی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عظمت و رفعت شان کو جھٹلایا اور ان کے دشمنوں کو دشمن نہ جانا۔ اہلسنت و جماعت کی نماز ایسے عقائد والوں کے پیچھے نہیں

محمد اسلام نمبر ۴۱ سنی آواز، ناگپور

ہوتی ایسے لوگوں کی امامت سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتوے کو اپنا دستور العمل بنائیں اسلام و سنیت پر سختی کے ساتھ قائم رہیں اور اتباع شریعت مطہرہ کو اپنی خواہشات پر مقدم رکھیں تاکہ کوئی بدمذہب اسلام و سنیت کے خلاف اشتعال انگیز شر نہ کر سکے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب واللہ تعالی اعلم۔

۲۳ رمضان ۱۳۷۰ھ

بقلم فقیر خلیل احمد عفی عنہ خان نوری سنی حنفی چشتی القادری مدرس مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن چنچل گوڑہ مکان

الجواب صحیح

سید عبد الرزاق نقشبندی مجددی عفی عنہ بلدہ حیدرآباد۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح ومن انکرہ فہو کافر مرتد فضیح۔ ان سب بدمذہبوں کی گستاخی و بے ادبی کا دندان شکن جواب مولانا مولوی خلیل احمد خاں خانپوری مدرس مدرسہ نظامیہ حیدرآباد نے نہایت مدلل طریقے دیا ہے۔ اس فتوے میں اچھی خبر لی گئی ہے جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ سراسر حق ہے۔ اس فتوے کے بعد حق واضح اور باطل سرنگوں ہو چکا۔ اللہ تعالی ان وہابیوں کے شر و آفات سے ہر مسلمان کو مامون و محفوظ رکھے۔

الفقیر الی اللہ الغنی السید محمد بادشاہ حسینی واعظ مکہ مسجد حیدرآباد دکن

الجواب والمجیب مصیب۔ اس فتوے پر مسلمانوں کو عمل کرنا ضروری ہے۔

فقیر رشید احمد غفرلہ۔ بلدہ حیدرآباد دکن

من اجاب فقد اصاب۔ بیشک اللہ تعالی کی کسی صفت میں نقص کا اعتقاد موجب کفر ہے۔ ایسا ہی تعقیب... [illegible]

جلد سوم نمبر ۱۲   ۴۲   سنی آواز ناگپور

احقر سید محمد اکبر عفی عنہ بیرون دبیرپورہ بلاد حیدر آباد۔ دکن

الجواب صحیح والمجیب نجیح

بعد ہونے کے اقوال منقول کی نسبت علماء اہلسنت کی جانب سے کثیر فتاوے صادر ہو چکے حسام الحرمین پر علماء عرب و عجم کا اتفاق ہو چکا۔ پس اس فتوے ملتاحب فتول میحو معتبرہ لازم الاتباع۔

سید نور اللہ حسینی عفی عنہ بلاد حیدر آباد، دکن

صح الجواب،

علماء نے ان کے واسطے معیار سنیت پر جو فتوی تحریر کیا ہے سراسر حق ہدایت ہے اس کا ماننا اور اسی پر اہلسنت کو عمل کرنا لازم و ضروری ہے اس کا خلاف کرنے والا گمراہ و بد دین بندۂ شیاطین۔

فقیر عبد الحق غفر اللہ لہ مدرس مدرسہ بیرون دبیرپورہ
بلاد حیدر آباد۔ دکن

❁ منقبت در شان غوث الثقلین ❁

پیش کردہ از، حاجی احمد عمر دوسا قادری اشرفی ختمی ہیمی

منبع جود و سخا حضرت غوث الثقلین   مجمع علم و حیا حضرت غوث الثقلین
جلوہ سر دوسرا حضرت غوث الثقلین   بادشاہ عرفا حضرت غوث الثقلین
متقی شرع بھی ہیں قاضی ملت بھی ہیں   دین کے ماہر بھی حضرت غوث الثقلین
پھر گیا دامن امید گل رحمت سے   جس نے انکار کیا حضرت غوث الثقلین

یہ رضا آپ کا ادنی سگ در ہے واللہ
اس پہ ہو لطف و کرم حضرت غوث الثقلین

نومبر دسمبر ۹۶ء

وہابیہ، دیوبندیہ، صلح کلیہ، نجدیہ، غیر مقلدین اور دیگر باطل فرقوں کی پہچان

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس زمانے پر آشوب و فتن میں اکثر وہابیہ، دیوبندیہ، نجدیہ، غیر مقلدین و رافضیہ نے اپنا شعار بنالیا اور تجربہ ہائے متواتر سے یہ ثابت ہے کہ یہ مذکورہ فرقے مدتوں میلاد شریف بھی کرتے ہیں اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ اہلسنت کو دکھلانے کو دن رات پڑھتے ہیں بلکہ قوالی تک سنتے ہیں اور جب لوگ انکے معتقد ہو جاتے ہیں، اور ان سے میل جول اچھی طرح ہوجاتا ہے پھر مذکورہ باتوں کو بدعت اور کفر نہیں بتاتے بلکہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوب تعریف کرتے ہیں۔

جب مسلمان ان کے فریب میں آجاتے ہیں تو پہلے فاتحہ خوانی و پنج آیت کریمہ ختم کرنے وغیرہ سے روکتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، اللہ تعالی کے بعد سب سے بڑا درجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے انھیں کی نذر و نیاز کرو، میلاد شریف کرو، اولیاء اللہ میں کیا رکھا ہے۔

جب یہاں جمالیا تو اور آگے بڑھتے ہیں کہ سیکڑوں روپے میلاد میں خرچ کرتے ہو، اللہ تعالی کے نام پر خرچ کرو تو کتنا ثواب ہیں۔ اگر اہلسنت و جماعت نے کہا کہ میاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا تعلق لگا رہنے دو تو یہ اللہ تعالی کے محبوب ہیں ان کے چاہنے والوں کو خدا اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ تھوڑے روز کے بعد اس مرکز سے ہٹانے کو آخری کوشش کرتے ہیں (دیکھئے براہین قاطعہ صفحہ ۳ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی) پھر صاف صاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں کلمات توہین اور بعض ائمہ اربعہ کی تقلید معین کو حرام تک کی تعلیم دے کر اہلسنت و جماعت میں فرقہ انداز ہوتے ہیں اور بھولے بھالے اور سیدھے سادے مسلمانوں کا راہ راست پر لانا دشوار ہوجاتا ہے۔

لہذا ایسے بد مذہبوں کی بدولت جو گھر گھر فتنے ہورہے ہیں ان کی جڑ کٹ جائے اور جو بد مذہبوں کی امامت سے اہلسنت و جماعت کی نمازیں برباد ہورہی ہیں وہ بھی بچ جائیں۔ ان مذکورہ

فرقوں کی مفصل پہچان ساتھ دلائل کے مرحمت فرمائیے   بینوا بالکتاب وتؤ جروا بالحساب

المستفتی محمد سلیم ساکن سنت پور ضلع فتحپور ھنسوہ (یوپی)

الجواب ھوالموفق للصواب

صورت مسؤلہ ومرقومہ میں جب تم دیکھو کہ بلا خوف جانی و مالی کوئی مُلا یا مولوی یا درویش قادری یا چشتی یا نقشبندی یا سہروردی کسی بدعتی، وہابی، دیوبندی، چکڑالوی یا قادیانی یا بہائیہ یا خاکساریہ یا نیچریہ ورافضیہ وخارجیہ وکاندھلویہ وصلح کلیہ وغیرہم جملہ مبتدعین ومرتدین وملحدین کی خصوصًا ایسے وہابی نجدی جس کی نوبت کفر وارتداد تک پہنچ گئی جیسا کہ مصباح الانام اور براہین قاطعہ [1]، تحذیر الناس [2] وحفظ الایمان [3] وغیرہ میں ہے جن پر ان کی کفریہ عبارتوں کی وجہ سے

---

[1] مولوی رشید احمد گنگوہی کی کفریہ اور گستاخی پر مبنی عبارت:
''شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت، نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے؟
'' ولاحول ولاقوۃ الاباللہ   (براہین قاطعہ صفحہ ۵۵ مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند یوپی انڈیا)

[2] مولوی قاسم نانوتوی کی کفریہ اور گستاخی پر مبنی عبارت:
''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' (تحذیر الناس، صفحہ ۳۱ ناشر دار الکتاب دیوبند، یوپی)
مطلب یہ کہ اگر بالفرض حضور ﷺ کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے پھر بھی حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے میں کوئی فرق نہ آئے گا''۔

[3] مولوی اشرف علی تھانوی کی کفریہ اور گستاخی پر مبنی عبارت:
آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے''۔
العیاذ باللہ (حفظ الایمان، صفحہ:۸) (حفظ الایمان مع بسط البنان[1]، صفحہ:۱۸، ناشر: الفرقان بکڈپو ۳۱/۱۱۴ نظیر آباد لکھنؤ)

(۱) اس رسالہ کی اصل عبارت میں تبدیلی کی گئی ہے کفریہ عبارت سے توبہ کریں تب ہی کفر دھلتا ہے صرف عبارت کو تبدیل کرنے سے کفر ختم نہیں ہوگا۔ (مرتب)

علماء عرب وعجم نے کفر وارتداد کا فتوی دیا جس کی صراحت مجدد مائۃ حاضرہ اعلی حضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی کی تصنیف حسام الحرمین میں موجود ہے پس جو شخص ان بدمذہبوں کی تعظیم و تکریم کرتا ہو، ان کے ساتھ دلی محبت کے ساتھ پیش آتا ہو، وقت بے وقت ان کی حمایت کرنے لگتا ہو اور بدمذہب اس کے پاس محبت سے آتے جاتے ہوں۔ اور اس کی تعریف کرتے ہوں۔ خواہ ہزار بار قیام میلاد شریف و گیارہویں شریف کرے، انگوٹھے چومے، یارسول اللہ پکارتا ہے یقیناً جان لو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ دولت ایمان کا چور اور گھٹ کٹا ہے اور پکا بدعتی ہے اور گمراہ۔

چنانچہ باب الاعتصام مشکوۃ شریف میں

قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام [1] رواه البيهقي فى شعب الايمان

یعنی شعب الایمان بیہقی میں ہیں:

جس نے بدعت کی تعظیم و تکریم کی بے شک اس نے اسلام کی دیوار ڈھانے میں مدد کی سمجھ لیجئے کہ مرتد فاسق کی مدد کرنے والا کون ہوا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيْرَتَهُمْ أُولٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ أُولٰئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ

---

[1] ترجمہ: رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی بدمذہب (بدعقیدہ) کی تعظیم و توقیر کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے (یعنی گرانے) پر مدد کی۔ (کنز العمال، جلد ۱ صفحہ ۲۱۹) (مرتب)

حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [1]

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ اگر چہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا چاہنے والے ہوں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بد دینوں اور بد مذہبوں اور خدا اور رسول کے شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے میل جول محبت و تعظیم و تکریم کرنا اگر چہ استاد یا پیر ہو۔ جب ان کی بد عقیدگی ثابت ہو جائے تو ان سے دور و نفور رہیں۔

جیسے کہ مولانا روم علیہ الرحمۃ مثنوی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: یعنی اہل باطل کے اہل باطل پر ہی نظر پڑتی ہے اور بیکاروں کو بیکار ہی اچھے لگتے ہیں۔

ہر جنس کا میلان اپنی جنس کی طرف ہوتا ہے گائے کبھی شیر کی طرف نہیں جا سکتی۔

بھیڑ یا یوسف علیہ السلام پر کیا عاشق ہو سکتا ہے۔ البتہ مکر و فریب سے کھانے کو تیار ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبوئے محمدی ازل سے پہنچ چکی تھی کہ صورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی کہہ دیا کہ صورت جھوٹوں کی نہیں ہے۔

اور ابو جہل کے دل میں درد عشق نہیں تھا کیوں کہ معجزہ شق القمر دیکھ کر بھی باور نہیں کیا نہ ایمان لایا۔

پس اگر چمگادڑ سورج سے حصہ لے اور یقیناً وہ جان لے کہ سورج سورج ہی نہیں ہے یعنی اگر وہابی دیوبندی نجدی سے سنی عالم یا امام محبت رکھے تو یقیناً جان لو کہ وہ مولوی ہر گز سنی عالم نہیں۔

---

[1] ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگر چہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (کنز الایمان) ﴿المجادلة: ٢٢﴾

ہاں چمگادڑ کی نفرت کی دلیل یہ ہے اس امر کی کہ بلاشبہ وہ سورج سورج ہے یعنی اگر تم دیکھو کہ بدعتی فرقہ وہابیہ، نجدیہ سنی عالم سے نفرت کرتا ہے تو یقیناً جان لو کہ وہ عالم پکا سنی حنفی ہے۔

اگر گوبر کا کیڑا گلاب کی طرف محبت کرے تو جان لو کہ وہ گلاب ہرگز نہیں۔

جس کسوٹی کی طرف کھوٹا سونا مائل ہو جائے جان لیجئے کہ وہ کسوٹی کسوٹی نہیں ہے۔

اسی طرح وہابی نجدی دیوبندی اسی سنی فرضی مولوی سے خوش رہتے ہیں۔ جو صلح کلی ہوں اور اپنے ہر معاملے کے فیصلے کے لیے اسی کی طرف دوڑتے ہیں جو درپردہ فرقہ وہابیہ دیوبندیہ مرزائیہ قادیانیہ چکڑالویہ و بہائیہ وخاکساریہ و نیچریہ و رافضیہ وخارجیہ و کاندھلویہ و صلح کلیہ وغیرہ سے ہو۔ اگرچہ یہ مذکورہ فرقے کلمہ پڑھتے ہو اور مولوی اشرفعلی تھانوی کی عبارت کفریہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸ پر جو لکھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی و مجنون و بلکہ بہائم وجمیع حیوانات کے لئے بھی حاصل ہے یعنی اس عبارت کو صحیح اور ایسی تشبیہ جو کہ ہر ایک جانور ہر ایک چوپائے و مجنون و بہائم درندوں سے دینا جو کہ کھلا کفر ہے جملہ بدمذہب صحیح بتاتے ہوں تو ایسے بدمذہبوں سے اپنے دین کی حفاظت اور اغیار کی چالوں اور ابلہ فریبیوں سے ایمان کو بچانا اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرنا فرض اولین ہے اور تقلید ائمہ اربعہ کی حق ہے۔

ترمذی میں ہے:

یخرج فی آخر الزمان یحصلون الدنیا بالدین والسنتھم احلی من السکر وقلوبھم قلوب الذیاب ذکرہ فی المشکوۃ

رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن

یعنی نکلیں گے آخری زمانے میں ایسے لوگ کہ حاصل کریں گے دنیا کو دین کے بدلے اور زبانیں ان کی میٹھی ہوں گی شکر سی اور قلوب ان کے بھیڑیئے کے ہوں گے۔ ذکر کیا اس کو مشکوۃ میں اور روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن ہے انتہیٰ

پس معلوم ہوا ان احادیث صحیحہ سے کہ زمانہ تبع تابعین پر تمام ہوا اور بعد اس کے زمانے کے فساد دن بدن ترقی پر ہے۔ چنانچہ تقلید معین مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی کرنا واجب ہے

تفسیر احمدی میں ہے: قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز لاربع فلا یجوز الاتباع لمن حدث مجتهدا فخالفهم

یعنی تحقیق واقع ہوا اجماع اس بات پر کہ تقلید جائز نہیں، مگر ان چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید جائز ہے۔ البتہ ایک کی اس کی پیروی جائز نہیں جو کہ نیا مجتہد ہونے کا دعویٰ کرے اور مخالف ائمہ اربعہ کا پس چاروں ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کرنا واجب ہے۔

دیوبندیوں کا یہ مذہب ہے وہ اللہ تعالی کا جھوٹ بولنا بھی ممکن بتاتے ہیں۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِيلًا [1]   وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثًا [2]

یعنی کون ہے بڑا سچا اللہ تعالی سے اپنی بات میں پس جو شخص اللہ تعالی کا جھوٹ بولنا صحیح بتائے وہ اسلام سے خارج۔

پس جملہ بد مذہب مذکورین کا معتقد ضرور وہابی نجدی ہے علمائے کرام کے فتاوے ان وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ کے بارے میں مدت ہو چکی دے چکے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں۔

---

[1] ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ (کنز الایمان) ﴿النساء: ۱۲۲﴾

[2] ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ (کنز الایمان) ﴿النساء: ۸۷﴾

یہ بدمذہب تقیہ باز یعنی اپنے مذہب کو چھپانا سنی مسلمانوں کو دھوکہ دینا یہ ان کا طرز عمل پایہ ثبوت کو پہنچا ہے مسلمان ہوشیار رہیں کہ یہ بدمذہب اپنے ذاتی فائدے سے موقع پا کر اپنے عقائد کو چھپا کر اپنے آپ کو خالص سنی ظاہر کرتے ہیں۔ بہر حال اہل انصاف سنی مسلمان ان کے تقیہ بازی سے آگاہ رہیں ان کی ظاہری کلمہ گوئی وقبلہ روئی وغیرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔

قال اللہ تعالی : وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِيْنَ [۱]

ترجمہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالی اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔

یہاں سے ۱۳ آیتیں منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ باطن میں کافر تھے اور ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان بتاتے تھے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: وَمَا هُم بِمُؤْمِنِيْنَ [۲]

وہ ایمان والے نہیں۔ اس آیت کریمہ کے مصداق وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ ومنافقین اسلام سے خارج چنانچہ تمام مذاہب گمراہ وگمراہ گر۔ وہابیہ، دیوبندیہ، نجدیہ سے جو سنی عالم یا امام یا استاد یا پیر محبت رکھے یقیناً وہ مولوی یا امام یا استاد صحیح العقیدہ ہرگز نہیں۔ ایسے ڈاکوؤں سے ایمان اور اپنی نمازیں بچانا ان کی چرب لسانی وساوس شیطانی اور دھوکوں سے دور ونفور رہیں۔ ان بدمذہبوں کے کفریات لاتعداد ولاتحصیٰ ہے (گنتی کے باہر)

جو سنی عالم یا امام یا پیر یا استاد کوئی مسلمان ایسے ملحدوں کو کافر نہ جانے گا وہ خود کافر ہو جائے گا۔ جس کی تصریح شیخ الاسلام والمسلمین مجدد مائۃ حاضرہ اعلی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حسام الحرمین میں فرما چکے ہیں جس پر علماء عرب وعجم کی تصدیق ہے جس پر عمل

[۱] ترجمہ: اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔ (کنز الایمان) ﴿البقرۃ:۸﴾

[۲] ترجمہ: اور وہ ایمان والے نہیں۔ (کنز الایمان) ﴿البقرۃ:۸﴾

کرنا مسلمانوں پر واجب ہے اس لئے کہ ان بد مذہبوں نے اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ کی عظمت و رفعت شان کو ہلکا جانا اور ان کے دشمنوں کو دشمن نہ جانا۔ اہلسنت و جماعت کی نماز ایسے عقائد والوں کے پیچھے نہیں ہوتی ایسے لوگوں کی امامت سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتوے کو اپنا دستور العمل بنائیں اسلام و سنیت پر پختگی کے ساتھ قائم رہیں اور اتباع شریعت مطہرہ کو اپنی خواہشات پر مقدم رکھیں تا کہ کوئی بد مذہب اسلام و سُنّیت کے خلاف استعمال شر انگیز نہ کر سکے۔

إِنْ أُرِيْدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ [1]

۱۳/رمضان ۱۳۵۷ ھجری

بقلم: فقیر خلیل احمد عفی عنه خان نوری سنی حنفی چشتی القادری

سنه یافته مدرسۂ نظامیه حیدرآباد دکن چنچل گوڑه مکان نمبر ۱۷

الجواب صحیح:

سید عبد الرزاق نقشبندی مجددی عفی عنه بلدہ حیدرآباد۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح ومن انکرہ فھو کافر مرتد فضیح

ان سب بد مذہبوں کی گستاخی و بے ادبی کا دندان شکن جواب مولانا مولوی خلیل احمد خان خانپوری دام ظلہ مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد نے نہایت مدلل طریقے سے دیا ہے۔

اس فتوے میں اچھی خبر لی گئی ہے جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ سراسر حق ہے اس فتوے کے بعد سے حق واضح اور باطل سرنگوں ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ ان وہابیوں کے شر و آفات سے ہر مسلمان کو مامون و محفوظ رکھے۔

---

[1] ترجمہ: جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں (کنز الایمان) ﴿ھود: ۸۸﴾

الفقیر الی اللہ الغنی السید محمد بادشاہ الحسینی

واعظ مکہ مسجد حیدر آباد۔ دکن

الجواب والمجیب مصیب،

اس فتوے پر مسلمانوں کو عمل کرنا ضروری ہے۔

فقیر رشید احمد غفر لہ بلاد حیدر آباد دکن

الجواب صحیح

بے شک اللہ تعالی کی کسی صفت میں نقص کا اعتقاد موجب کفر ہے ایسے ہی تقلید ائمہ اربعہ معین کا منکر گمراہ ہے یہ فتوی مسلمانوں کی آ گاہی کے لئے واجب الاشاعت ہے

احقر سید محمد اکبر عفی عنہ بیرون دبیر پورہ بلاد حیدر آباد دکن

الجواب صحیح والمجیب نجیح:

بدمذہبوں کے اقوال منقول کی نسبت علماء اہلسنت کی جانب سے کثیر فتاوے صادر ہو چکے حسام الحرمین پر علماء عرب وعجم کا اتفاق ہو چکا۔ پس اس فتوے کا ماننا حسب نقول صحیحہ معتبرہ لازم الاتباع۔

سید نور اللہ حسینی عفی عنہ بلاد حیدر آباد دکن

صح الجواب:

علامہ نے ان کے واسطے معیار سُنّیت پر جو فتوی تحریر کیا ہے سراسر حق وہدایت ہے اس کا ماننا اور اس پر اہلسنت کو عمل کرنا لازم وضروری ہے اس کا خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ وبددین بندۂ شیاطین۔

فقیر عبد الحق غفر اللہ لہ مدرس مدرسۂ بیرون دبیر پورہ بلاد حیدر آباد۔ دکن

حضور ﷺ اور اولیاء کی شان میں بے ادبی گمراہی پر مبنی جامعہ نظامیہ کا فتوی

[illegible]

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بتاریخ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ م ۲۷ جنوری ۲۰۱۷ء جمعہ کے روز قرآنی آیتوں (سورۃ البقرہ آیۃ ۲۷۲، سورۃ الفرقان آیۃ ۱۷) کا حوالہ دیکر اردو اور انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور بزرگانِ دین کی شان میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا ہے کہ :

ان ہستیوں کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں ہے، عظیم ہستی اللہ کے بعد نمبر دو آنکو میں نے کوئی اختیار نہیں دیا، یہ قرآن کہتا ہے۔ اللہ پاک فرشتوں کو بھی نہیں چھوڑے گا، حضرت عیسیٰ کو نہیں چھوڑے گا تو غوث پاک کو کیسے چھوڑے گا، معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے چھوڑے گا ؟

سورۃ الفرقان آیت نمبر سترہ (۱۷) ویوم یحشرھم وما یعبدون من دون اللہ الخ کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ "جنکی نیاز ہوتی تھی، دعا مانگی جاتی تھی، نفع اور نقصان کے مالک جنہیں بنایا جاتا تھا، کاروبار ان سے منسلک کئے جاتے تھے، انکے ناموں پر چندے دیئے جاتے تھے، ان کے نام پر اگربتیاں جلائے جاتے تھے" ان سے پوچھیں گے ! کیا تم نے ان لوگوں کو گمراہ کیا ہے ؟

ایسے شخص کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الافتـــــــــاء

سورۃ البقرہ آیہ نمبر ۲۷۲ کا شخص موصوف نے جو ترجمہ و تشریح کیا، وہ سراسر غلط اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کے منافی ہے۔ اور اس طرح کے عقائد فرقۂ وہابیہ کے ہیں۔

اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے (اے پیغمبر) ان لوگوں کو ہدایت یافتہ بنانا آپ کے ذمہ نہیں، بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ بناتا ہے۔ اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء اللہ کے اختیار کی نفی کا کوئی ثبوت نہیں۔

مخفی مباد کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں "مختار" بھی نام ہیں اور آپ کے مختار ہونے کی کئی آیات مبارکہ و احادیث شریفہ شاہد ہیں۔

سورۃ النساء آیہ ۶۵ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۔(ترجمہ: قسم ہے آپ کے پروردگار کی کہ وہ اُسوقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں وہ آپ کو اپنا حاکم نہ مان لیں پھر جب آپ اُن کا فیصلہ کردیں تو وہ اپنے دلوں میں کسی طرح کی خلش نہ محسوس کریں اور آپ کا فیصلہ کھلے دل سے تسلیم کریں)۔

سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ۔(اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور اُن پر نجس چیزوں کو حرام کرتے ہیں)۔

سورۃ الاحزاب آیہ ۳۶ وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ۔(اور کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی کام کا حکم دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار رکھیں)۔

سورۃ الشوری آیہ ۵۲ میں ہے: وانک لتھدی الی صراط مستقیم ۔(اور بے شک آپ سیدھے راستہ کیطرف ہدایت دیتے ہیں)۔

سورۃ الحشر آیہ ۷ وما آتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ۔(اور جو کچھ رسول تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اُس سے رک جاؤ)۔

احادیث شریفہ :

أعطيت الكنزين الاحمر والابيض (بخاری شریف، مشکوۃ المصابیح) (سونے چاندی کے خزینے مجھے دیئے گئے ہیں)۔

لو شئت لسارت معي جبال الذهب (مشکوۃ المصابیح) (اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں گے)۔

انما انا قاسم والله يعطي (بخاری شریف جلد اول) (یقیناً میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالی عطا کرتا ہے)۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ايها الناس قد فرض الله عليكم الحج فحجوا، فقال رجل: اكلّ عام يا رسول الله؟ فسكت حتى قالها ثلاثا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم، ثم قال ذروني ما تركتكم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم، فاذا امرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شيء فدعوه۔ (مسلم شریف) (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالی نے تم پر حج فرض کیا ہے پس تم حج کیا کرو، ایک صحابی نے کھڑے ہوکر پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج کرنا ہے؟ آپ خاموش ہو گئے اُس نے یہ بات تین مرتبہ پوچھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں "ہاں" کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا، اور تم اُس کی طاقت نہ رکھتے۔ پھر فرمایا جو میں چھوڑ دوں اُس کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کیوجہ ہلاک ہو گئے۔ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حسب استطاعت اُس پر عمل کرو۔ اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اُسے چھوڑ دیا کرو۔

ف: نیز سورۃ الفرقان کی آیت نمبر سترہ (۱۷) کافروں کے حضرت عیسی وعزیر علیہما السلام، فرشتوں اور معبودان باطل کی پرستش کرنے سے متعلق ہے۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ " کرامة الاولياء حق" ہے اور جو مسلمان ان اصحاب سے وسیلہ مانگتے ہیں۔ وہ انکی پرستش نہیں کرتے۔ نہ ہی اہل اللہ، صالحین کی تعلیمات سے یہ بات ثابت ہے۔

لہذا موصوف نے جو تشریح کی ہے وہ سراسر غلط وخود ساختہ ہے۔

پس ایسے شخص کا ان حضرات سے متعلق مذکورہ بیان گمراہی پر مبنی ہے، اسکو تائب ہوکر اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ اور اس قسم کے بیانات کرنے والے پر پابندی عائد کرنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عظیم الدین غفرلہ، مفتی جامعہ نظامیہ

الجواب صواب (شیخ الحدیث) اصاب المجیب (شیخ المعقولات) الجواب صحیح (شیخ التجوید) اصاب فیما اجاب (شیخ الفقہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولیاء کی شان میں بے ادبی گمراہی پر مبنی جامعہ نظامیہ کا فتوی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بتاریخ ۲۸/ربیع الثانی/۱۴۳۸ھ بمطابق ۲۷/جنوری/۲۰۱۷ء جمعہ کے روز قرآنی آیتوں (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۷۲، سورۃ الفرقان آیت نمبر ۱۷) کا حوالہ دے کر اردو اور انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا کہ:

کہ ان ہستیوں کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں ہے، عظیم ہستی اللہ کے بعد نمبر دو ان کو میں نے کوئی اختیار نہیں دیا، یہ قرآن کہتا ہے۔ اللہ پاک فرشتوں کو بھی نہیں چھوڑے گا، حضرت عیسیٰ کو نہیں چھوڑے گا تو غوث پاک کو کیسے چھوڑے گا، معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے چھوڑے گا؟

سورۃ الفرقان آیت نمبر ۱۷:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ فَيَقُولُ أَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ [1]

کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ ''جن کی نیاز ہوتی تھی، دعا مانگی جاتی تھی، نفع و نقصان کا مالک جنہیں بنایا جاتا تھا، کاروبار ان سے منسلک کئے جاتے تھے، ان کے ناموں پر چندے دیے جاتے تھے، ان کے نام پر اگر بتیاں جلائے جاتے تھے، ان سے پوچھیں گے! کیا تم

[1] ترجمہ: اور جس دن اکٹھا کرے گا انہیں اور جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر ان معبودوں سے فرمائے گا کیا تم نے گمراہ کر دیئے یہ میرے بندے یا یہ خود ہی راہ بھولے۔ (کنزالایمان) ﴿الفرقان: ۱۷﴾

نے ان لوگوں کو گمراہ کیا ہے؟

ایسے شخص کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

۱۱/جمادی الاولی/۱۴۳۸ھ

۹/فبروری/۲۰۱۷ء

نشان: ۹۶

جلد: ۶۹

الافتاء

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۷۲ کا شخص موصوف نے جو ترجمہ وتشریح کیا، وہ سراسر غلط اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کے منافی ہے۔ اور اس طرح کے عقائد فرقہ وہابیہ کے ہیں۔

اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے (اے پیغمبر) ان لوگوں کو ہدایت یافتہ بنانا آپ کے ذمے نہیں، بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ بناتا ہے۔ اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاء و اولیاء اللہ کے اختیار کی نفی کا کوئی ثبوت نہیں۔

مخفی مباد کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں "مختار" بھی نام ہیں اور آپ کے مختار ہونے کی آیت مبارکہ واحادیث شریفہ شاہد ہیں۔

سورۃ النساء آیت نمبر ۶۵

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

ترجمہ: قسم ہے آپ کے پروردگار کی کہ وہ اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں وہ آپ کو اپنا حاکم نہ مان لیں پھر جب آپ ان کا فیصلہ کردیں تو وہ اپنے دلوں میں کسی طرح کی خلش محسوس نہ کریں اور آپ کا فیصلہ کھلے دل سے تسلیم کریں)۔

سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ

ترجمہ: اور (نبی ﷺ) ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر نجس چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

سورہ احزاب آیت نمبر ۳۶: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ

ترجمہ: اور کسی ایمان دار مرد اور ایماندار عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی کام کا حکم دے تو اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔

سورۃ الشوری آیت نمبر ۵۲ میں ہے:

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

ترجمہ: اور بے شک آپ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

سورۃ الحشر آیت نمبر ۷

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا

ترجمہ: اور جو کچھ رسول تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

احادیث شریفہ:

أُعطيت الكنزين الاحمر والابيض

(بخاری شریف، مشکاۃ المصابیح) (سونے چاندی کے خزینے مجھے دیئے گئے ہیں)۔

لو شئت لسارت معي جبال الذهب (مشكوة المصابيح)

(اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں گے)۔

انما انا قاسم واللہ یعطی

(بخاری شریف جلد اول)

(یقینا میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے)۔

عن أبي هريرة قال: ((خطبنا رسول الله ﷺ قال: أيها الناس قد فرض عليكم الحج فحجوا فقال رجل أ كُلُّ عام يا رسول الله فسكت حتى قالها ثلاثا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم ثم قال ذروني ما تركتكم فإنما هلك من كان قبلكم كثرة سؤالهم واختلافهم على أنبياءهم وإذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه

(مسلم شریف)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالی نے تم پر حج فرض کیا ہے بس تم حج کیا کرو، ایک صحابی نے کھڑے ہوکر پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہر سال حج کرنا ہے؟ خاموش ہوگئے اس نے یہ بات تین مرتبہ پوچھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں "ہاں" کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔ پھر فرمایا جو میں چھوڑ دوں اس کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو بے شک تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس پر عمل کرو۔ اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کردوں تو اسے چھوڑ دیا کرو۔

ف: نیز سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۱۷ کافروں کے حضرت عیسی وعزیر علیہما السلام فرشتوں اور معبودان باطل کی پرستش کرنے سے متعلق ہے۔ جبکہ اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ''کرامۃ الاولیاء حق'' پر ہے اور جو مسلمان ان اصحاب سے وسیلہ مانگتے ہیں وہ ان کی پرستش نہیں کرتے۔ نہ ہی اہل اللہ، صالحین کی تعلیمات سے یہ بات ثابت ہے۔

لہذا موصوف نے جو تشریح کی ہے وہ سراسر غلط وخود ساختہ ہے۔

پس ایسے شخص کا ان حضرات سے متعلق مذکورہ بیان گمراہی پر مبنی ہے، اس کو تائب ہو کر اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور اس قسم کے بیانات کرنے والے پر پابندی عائد کرنی چاہیے۔

فقط واللہ اعلم

محمد عظیم الدین غفر لہ. مفتی جامعہ نظامیہ

الجواب صواب (شیخ الحدیث)

اصاب المجیب (شیخ المعقولات)

الجواب صحیح (شیخ التجوید)

اصاب فیما اجاب (شیخ الفقہ)

تصدیق حسام الحرمین

از حضرت مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ (مصنف القول الاظہر)

صدر المدرسین دار العلوم معینیہ عثمانیہ، درگاہ معلیٰ اجمیر القدس

بتوسل حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا علیہ الرحمۃ

فخر المدرسین حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا انہاک اور ذوق چونکہ تدریس میں تھا، اس لیے انہیں ابتداء علمائے دیوبند کی ان تصانیف کے مطالعہ کا وقت نہ ملا۔ جن کی توہین آمیز عبارات پر علمائے حرمین شریفین نے ان پر فتوی کفر صادر فرمایا، اس لیے مولانا اجمیری ابتداء علماء دیوبند کی تکفیر میں خاموش تھے۔ بلکہ جن علماء نے برصغیر میں عبارات کے قائل کو کافر کہا، ان سے ان کے روابط نہ تھے۔ تکفیر کے قائل علماء سے یک گونہ اظہار ناراضی فرماتے۔ امام احمد رضا ان علماء میں تھے جن سے مولانا اجمیری بوجہ تکفیر ناراض تھے۔ ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء میں حجۃ الاسلام غالباً اجمیر شریف میں تشریف فرما ہوئے۔ مسئلہ تکفیر پر مولانا اجمیری سے مراسلت ہوئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا اجمیری مسئلہ تکفیر میں دیگر علمائے حرمین و برصغیر کے ہمنوا ہو گئے۔ حجۃ الاسلام اور مولانا اجمیری کی مراسلت سے چند مکتوبات پیش خدمت ہیں۔

(مراسلت کے یہ مکتوبات حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولوی معین الدین صاحب ماھوالمسنون!

گرامی نامہ ملا۔ مجھے اگر آپ صاف صاف الفاظ میں تحریر فرما دیں کہ دیوبندی و گنگوہی وغیرہ انفاء کے وہ کلمات جو ''حسام الحرمین'' میں ان کی کتابوں سے بحوالہ صفحہ وسطر منقول ہوئے، فی الحقیقت کفریات ہیں، اوران پر جو احکام تکفیر حضرات علمائے حرمین شریفین زادھما اللہ تعالیٰ شرفا وتعظیما نے نام بنام ان قائلین پر محقق فرمائے ہیں۔ ان سب کے دل سے تصدیق کرتا ہوں۔ تو میں اور میرے بعض ہم خیال اشخاص کے قلوب کی صفائی ممکن ہے۔ رہا ''مسئلہ اذان'' وہ ایک فروعی مسئلہ ہے، میں اس کے متعلق آپ پر جبر نہیں کرتا کہ اس کے متعلق ہماری حسب تحقیق آپ بھی معترف ہو جائیں۔ ہاں ذاتیات اعلیٰ حضرت قبلہ کی نسبت جناب کے کلمات ضرور قابل واپسی ہیں۔ ان دونوں باتوں کے بعد فقیر کو آپ ہر طرح خادمِ خادمانِ احباب پائیں گے۔ فقط!

الفقیر محمد حامد رضا قادری غفر لہ

۱۳/ربیع الآخر/۳۷ھ

اس کے جواب میں مولانا معین الدین اجمیری نے یہ مکتوب لکھا

باسمہ تعالیٰ شانہٗ

جناب مولوی صاحب اعلی اللہ درجتہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواباً عرض ہے کہ آپ اسلامی حسن ظن کو پیش نظر رکھ کر خانۂ فقیر پر تشریف لائیے۔ ملاقات کا موقع دیجئے تو بہتر ہے، ورنہ آپ مختار ہیں۔ فقیر کو کسی قسم کا حق جبر حاصل نہیں۔ نہ کوئی دنیاوی مطلب مطمح نظر ہے۔ رہے عقائد دیوبندیہ، سو ان کا مجھ کو بالکل علم نہیں کہ کیا ہیں۔ وجہ یہ کہ ان کی کتابیں دیکھنے کا آج تک نہ موقع ملا، نہ اس کا شوق۔ نہ کتاب ''حسام الحرمین'' نظر سے گزری۔ البتہ حضرت خاتم الحکماء مولانا فضل حق خیر آبادی قدس سرہ نے مسئلہ کذب وامکانِ نظیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں طائفۂ دیوبندیہ کی تضلیل وتفسیق کی ہے اور ان کو گروہ مزداریہ سے قرار دیا ہے۔ سو اس کا فقیر مصدق ہے اس بارہ میں جس قدر الزام حضرت خاتم الحکماء قدس سرہ نے ان پر وارد کئے ہیں، وہ سب بجا اور سراسر حق ہیں، و نیز اجلی انوار الرضا میں جو عقائد اہل دیوبند کے ظاہر کیے گئے ہیں، وہ عقائد کفریہ ہیں۔ اس میں فقیر کو کسی قسم کا تأمل نہیں، بشرطیکہ وہ ان کے عقائد ہوں۔ بہر حال آپ کی طرح فقیر بھی عقائدِ مسطورہ فی الرسالہ کو کفری تسلیم کرتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کو اس کا یقین ہے کہ یہ عقائد اہلِ دیوبند کے ہیں اور فقیر کو اسباب یقین اس وقت تک فراہم نہ ہوئے۔ اس معذوری کی بنا پر اگر ترک ملاقات کو آپ ترجیح دیں تو یہ آپ کو اختیار ہے۔ فقیر اگر صحیح المزاج ہوتا، تو یہ دشواری بھی حائل نہ ہوتی۔ رہے ذاتیات، ان سے بالکل بحث نہ کیجئے۔ ان کا قلع قمع بعد از ملاقات آپ کی مرضی کے موافق ہو جاوے گا۔ اس کا اطمینان رکھیے۔ والسلام۔ فقط!

فقیر معین الدین کان اللہ لہ

۱۳/ربیع الثانی/۴۷ھ

حجۃ الاسلام نے اس کے جواب میں لکھا۔

جناب مولوی صاحب، وسع اللہ مناقبہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں انشاء اللہ تعالی کل بعد نماز جمعہ آسکوں گا۔ مزید علم کے لیے بعض کتب مثل ''حسام الحرمین''، وغیرہ صبح کسی کے ہاتھ بھیج دیں گے۔ تاکہ آپ اطمینان حاصل کرلیں۔ آپ کے علم میں شاید یہ بات نہیں کہ حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی مرحوم ومغفور نے تو اپنے رسالہ ''تحقیق الفتوی لرد الطغوی'' میں اس گروہ ناحق پژدہ کی تکفیر فرمائی ہیں۔ نہ فقط تضلیل و تفسیق۔ اور قصیدۂ مطبوعہ میں بھی غالباً تکفیر ہے۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ آپ اطمینان فرما کر ان کے اقوال کے متعلق رائے ظاہر فرمائیں کہ پھر کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ ہو۔ فقط

الفقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

۱۳/ربیع الآخر/۳۷ھ

مکتوب کے ہمراہ حجۃ الاسلام نے متعدد کتب علماء اہل دیوبند ارسال فرمائیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد مولانا معین الدین اجمیری نے یہ جواب لکھا۔

۷۸۶

جناب محترم مولانا زادمجدہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''براہین قاطعہ'' کے قول شیطانی کو، جس میں معاذ اللہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے علم اکمل کے مقابلے میں اپنے شیخ، ''شیخ نجدی'' یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے۔ دیکھ کر فقیر بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعًا کلمات کفر ہیں اوران کا قائل کافر۔ باقی ہفواتِ اہل دیوبند کو بعد صحت کے ان شاء اللہ تعالیٰ دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ آپ اگر بعد جمعہ حسب وعدہ تشریف لے آئیں، تو اس وقت اس کے متعلق بسط سے گفتگو ہوسکتی ہے۔

والسلام خیر ختام۔ فقط۔

فقیر معین الدین کان اللہ لہ

۱۴/ربیع الثانی/۳۷ھ

حجۃ الاسلام کی پرخلوص مساعی سے ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ جنوری ۱۹۱۹ء میں جبکہ امام احمد رضا ابھی بقیدِ حیات تھے، مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ کا علمائے دیوبند کی تکفیر کا تردّد رفع ہوگیا۔

ماخوذ از: معارف رضا، شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء، ۱۴۱۲ھ صفحہ ۲۷۷ تا ۲۸۰

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ)

۷/ ۲۳۴ تیسری منزل، نشیمن بلڈنگ، اسٹریچن روڈ، کراچی۔ پاکستان

فتوائے حیدر آباد دکن

(۱۴۷) ان سب (قادیانی، گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی) کی ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی اور گستاخی و بے ادبی کا دندان شکن جواب حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مدلل طریقے سے دیا ہے۔فتاوی حسام الحرمین میں بھی ان کی اچھی خبر لی گئی ہے۔ہدایت پر آنے والوں کے لئے یہ بہترین کتاب ہے۔البتہ جن کے دلوں پر قساوت کی مہر لگادی گئی ان کے لئے نہ تو قرآن شریف ہی ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہے اور نہ رسولوں کی تبلیغ

مَن يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ [1]

علاوہ ان خبیث عقائد کے سب سے بڑا فتنہ جوان کی کتابوں سے برپا ہوتا ہے۔وہ یہ کہ جس کسی مسلمان کو انہوں نے اپنے عقائد سے چاہے جزئیات ہی کیوں نہ ہوں مختلف پایا ساتھ ہی اس کو کافر ٹھہرایا ان کی اس کوتاہ نظری اور کافرگری کے باعث ان کے ہم خیال معدودے چند حواریوں کے سوا باقی روئے زمین کے چالیس کروڑ مسلمان کافر ٹھہرتے ہیں۔العیاذ باللہ جس گروہ کا صبح سے شام تک یہ کام ہو کہ مسلمانوں کو کافر بنایا کرے ان کے متعلق جو کچھ بھی کہا جائے کم ہے۔اوران کی اس کافرگری کے سبب علمائے حرمین نے اپنی کتاب حسام الحرمین میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ سراسر حق ہے اس کتاب کے طبع ہونے کے بعد سے حق واضح اور باطل سرنگوں ہو چکا خود اس کتاب کا اسم گرامی اپنی حقانیت کا آپ ضامن ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ پروردگار عالم ہر عاشق رسول ﷺ کو ان کافرگروہوں کے شرور و آفات سے مامون ومصون رکھے۔

المجیب الفقیر الی اللہ الغنی السید محمد بادشاہ الحسینی واعظ مکہ مسجد۔ حیدر آباد دکن

---

[1] ترجمہ: جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ (کنز الایمان) ﴿الأعراف:۱۸۶﴾

(۱۴۸) الجواب صحیح۔احمد حسین

(۱۴۹) المجیب الحبیب لبیب مصیب۔السید وحید القادری الموسوی

(۱۵۰) نعم الجواب لاریب فیہ۔محی الدین قادری سید شاہ لطیف

(۱۵۱) المجیب مصیب جو شخص ان حضرات وہابی اعتقاد او حنفی فروعًا کی کتابیں دیکھتا ہے تو پاتا ہے کہ ہر قدم پر اہل حق کی تکفیر اور حبیب خدا احمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی دانست میں تحقیر کرتے ہیں اور رات دن اسی فکر میں اپنی عمر گزارتے ہیں اور روز ایک نیا مسئلہ اسی مقصد کا نکالتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ فوارۂ تکفیر ہیں کہ

از وی خیز دو بروی ریزد

یہ لوگ غیر مقلدین سے بدتر ہیں کہ ان کو ائمہ سے اختلاف ہے اور ان حضرات کو حبیب خدا سے عناد

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ [1]

الفقیر عبد القدیر صدیقی قادری حیدرآبادی

(المعروف حسرت پیا) سینئیر پروفیسر شعبہ دینیات کلیہ جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد دکن)

(بحوالہ الصوارم الہندیہ صفحہ نمبر ۶۷ تا ۶۸)

[1] ترجمہ: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔ (الصف: ۸)

اہل سنت و جماعت کی معتبر کتب عقائد شرح مواقف مصری جلد ۳ صفحہ ۲۵۸ اور شرح مقاصد مصری کے صفحہ ۱۹۷ میں ہے:

وقال الاستاذ ابو اسحاق: کل یکفرنا فنحن نکفره والا فلا۔

ترجمہ: جو کوئی مخالف ہم کو یعنی اہل سنت و جماعت کو کافر کہتا ہے ہم بھی اس کو کافر کہیں گے۔

(فتاوی نظامیه. صفحه ۱۸۵)

از: علامه مفتی محمد رکن الدین نظامی انواری

مفتی اول دار الافتاء جامعه نظامیه (حیدر آباد دکن)

شرح مقاصد کے صفحہ ۱۹۸ میں ہے:

وحکم المبتدع البغض والعداوة والاعراض عنه والاهانة والطعن واللعن و کراهیة الصلاة خلفه۔

ترجمہ: اور بدعتی (بدعقیدہ) کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کے ساتھ بغض و عداوت رکھی جائے اور (ہر وقت) اس سے کنارہ کشی کی جائے، (ہمیشہ) اس کی توہین ہو اور اس پر لعن وطعن کیا جائے اور اس کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ (تحریمی) ہے۔

(فتاوی نظامیه. صفحه ۱۸۶)

از: علامه مفتی محمد رکن الدین نظامی انواری

مفتی اول دار الافتاء جامعه نظامیه (حیدر آباد دکن)

تلخیص فتاوی نظامیہ

علامہ مفتی محمد رکن الدین نظامی انواری

فضیلت جنگ اکیڈمی